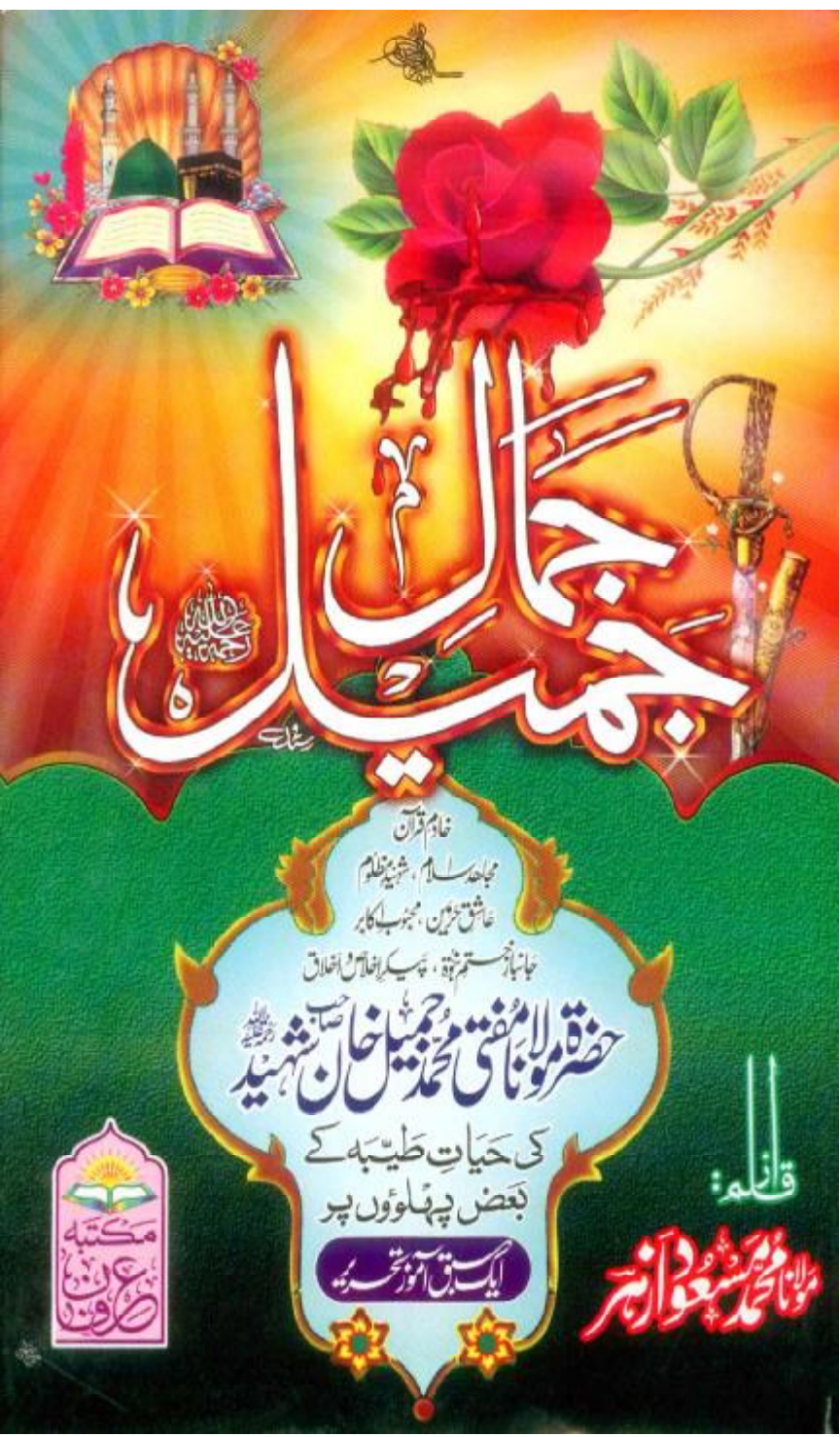
جمیل
رحمۃ اللہ علیہ
خادم قرآن
مجاہد اسلام، شہید مظلوم
عاشق حرمین، محبوب اکابر
جانباز، خرم، نڈر، پیکر اخلاص و اخلاق
حضرت مولانا مفتی محمد جمیل خان صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ
کی حیاتِ طیبہ کے
بعض پہلوؤں پر
ایک سبق آموز تحریر
قلم:
مولانا محمد مسعود اظہر
مکتبہ رؤف

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جمالِ جمیل

خادمِ قرآن، مجاہد اسلام، شہیدِ مظلوم، عاشقِ حرمین، محبوبِ اکابر

جانبازِ ختمِ نبوّۃ، پیکرِ اخلاص واخلاق

حضرت مولانا مفتی محمد جمیل خان صاحب شہیدؒ

کی حیاتِ طیبہ کے بعض پہلوؤں پر

ایک سبق آموز تحریر

www.rahnamabooks.com

ازقلم

حضرۃ مولانا محمد مسعود ازہر

ناشر:

مکتبہ عرفان

فہرست

۱.....تعارف ۶
۲.....خوشخبری ۱۴
۳.....حالِ دل ۱۵
۴.....اخلاصی سلسلہ ۲۰
۵.....اونچا خاندان ۲۳
۶.....مثالی استاذ ۲۹
۷.....آہ وزاری کا عجب انداز ۳۲
۸.....حسن خَلق اور حسنِ خُلق ۳۵
۹.....عاشق الحرمین ۳۸
۱۰.....ناشتہ کی دعوت ۴۱
۱۱.....خدمت ۴۳
۱۲.....احسانات ۴۸
۱۳.....تعلیم وتربیت ۴۸
۱۴.....سفرحرمین ۴۸
۱۵.....صدائے مجاہد، سفرِ ازبکستان ۴۹
۱۶.....مشکل ترین پریس کانفرنس ۵۰
۱۷.....ہمدردانہ حوصلہ افزائی ۵۲
۱۸.....ابتلاء میں تعاون ۵۲
۱۹.....آخری ملاقات ۵۴

www.rangnoor.com

۲۰.....ایک عجیب خواب ۵۸
۲۱..... جہاد جمیل ۶۱
۲۲..... جہاد بالنفس ۶۵
۲۳..... جہاد بالمال ۶۷
۲۴.....بیعت علی الجہاد ۶۸
۲۵.....دعوتِ جہاد ۶۹
۲۶..... جہادی تحریکوں کی حمایت ۷۰
۲۷.....تحفظِ ختمِ نبوّت ۷۴
۲۸.....احسان وسلوک ۷۷
۲۹.....شہادتِ جمیل ۷۹
۳۰.....خون آشام کراچی ۸۴
۳۱.....گیارہ ستمبر کا دھواں ۸۶
۳۲.....خطابِ جمیل (۱) ۸۹
۳۴.....خطابِ جمیل (۲) ۱۰۹
۳۵.....سوانحی خاکہ ۱۱۸
۳۶.....حیاتِ جمیل ایک نظر میں ۱۱۹

www.rangoroor.com

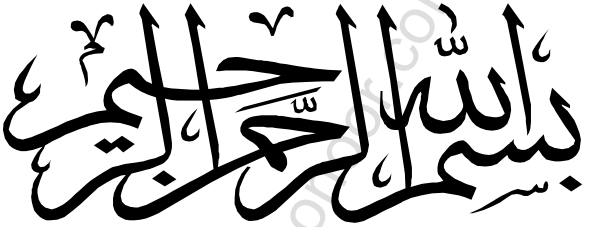

www.rangoonet.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تعارف

اللہ اللہ..... آج وہ دن بھی آ گیا کہ میں اپنے محبوب استاذ کی جدائی کا قصہ لکھ رہا ہوں..... ہاں بے شک یہ دنیا فانی ہے..... جن کے سامنے جا کر غم دُھل جایا کرتے تھے..... آج ان کی جدائی کا منوں غم دل کو قبرستان بنا رہا ہے..... حالانکہ کچھ عرصہ پہلے تک یہ حال تھا ؎

میرے دل میں تھا کہ کہوں گا میں جو یہ دل پہ رنج و ملال ہے
وہ جب آ گیا میرے سامنے تو نہ رنج تھا، نہ ملال تھا

ہاں وہ چلے گئے..... واپس نہ آنے کے لئے..... رب تعالیٰ نے کرم کیا کہ انہیں شہادت کی ''زندگی'' دے دی..... ورنہ معلوم نہیں..... کتنے دل صدمے کے بوجھ میں دب کر..... دھڑکنا بھول جاتے..... او ظالم کراچی! تجھے یہ کیا سوجھی کہ تو..... اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں کی ''مقتل گاہ'' بن گیا..... کچھ شرم کر..... اور مسلمانوں کو اتنا نہ تڑپا..... ہاں اگر تیرے اندر ''غیرت'' ہے..... اور تو ان سجدوں کی لاج رکھنا چاہتا ہے..... جن سے اہل حق نے تجھے امتیاز بخشا..... تو پھر دیر نہ کر..... نگل جا..... اُن درندوں کو..... جنہوں نے امت مسلمہ سے..... امام لدھیانوی رحمہ اللہ اور امام شامزی رحمہ اللہ کے بعد..... جمیل شہید رحمہ اللہ بھی چھین لئے..... تنگ ہو جا..... اُن بدعقلوں پر..... جنہوں نے اسلامی اخوت کی فضاء کو..... قومیت کے نعروں سے بدبودار کر دیا..... کھا جا..... اُن ضمیر فروشوں کو..... جنہوں نے کافروں کو خوش کرنے کے لئے..... مسلمانوں کے خون کو حلال سمجھا..... اور اُن کے دلوں کو اجاڑا..... ربّ کعبہ کی قسم..... میں نے کبھی خواب میں بھی اس کا تصور نہیں کیا تھا کہ..... مجھے..... مفتی جمیل شہید رحمہ اللہ کے..... جانے کی خبر سننا پڑے گی..... او کراچی! اتنا اندھیر نہ مچا کہ سمندر کی موجیں تجھے نگل جائیں..... یا

دکر..... کن لوگوں نے تیری گلیوں کو قرآن واذان کی صداؤں سے عطر بیز کیا..... اور کون ہیں وہ بدنصیب..... جو تجھے ناپاک کرتے رہے..... تیرے باسیوں کو گمراہ کرتے رہے..... اگر تجھے اپنے پیدا کرنے والے ربّ کا پاس ہے تو اب اپنے تیور بدل..... اور خون کا حساب لے..... ہاں اے کراچی..... تجھے قرآن اور جہاد کے خادموں کے خون میں لت پت جنازوں کا خیال رکھنا ہوگا؟..... حضرت لدھیانوی رحمہ اللہ نے تجھے کیا کچھ دیا؟..... مفتی شامزی رحمہ اللہ نے تجھے کتنا نوازہ؟..... اور مفتی جمیل شہید رحمہ اللہ نے تجھ پر کتنا احسان کیا؟..... مگر تو نے کیا کیا؟..... اے کراچی کبھی تو نے اور تیرے باسیوں نے سوچا..... وہ ظالم جنہیں ..... مسلمانوں کے قاتل کافروں نے..... اپنی گود میں بٹھا رکھا ہے..... کبھی بھی..... اسلام، مسلمانوں..... اور کراچی کے وفادار نہیں ہو سکتے..... کراچی..... اللہ کیلئے انصاف کر..... اور کچھ ایسی کروٹ لے کہ..... تیرا چھینا ہوا حسن و جمال ..... تجھے..... واپس مل جائے..... ہاں تیری خاک میں..... جمال کا پیکر..... جمیل شہیدؒ جنت کے مزے لوٹ رہا ہے.....

اس مختصر سے رسالے کا نام..... ''جمالِ جمیلؒ''..... ہے..... اس میں ایک عاشق..... اور ''مجنون'' کی داستانِ زندگی کے چند پھول ہیں..... ایسا ''حسین عاشق'' اور ایسا ''دلنواز محبوب'' کہ جسے دیکھ کر..... جام ہاتھ سے چھوٹ جاتے تھے..... وہ ہمارے درمیان تھے تو غم بھی خوشی بن جاتے تھے..... وہ چلے گئے تو خوشیوں پر بھی غم نے اوس ڈال دی ہے..... ؎

کوئی مزا مزا نہیں کوئی خوشی خوشی نہیں
ترے بغیر زندگی موت ہے زندگی نہیں
لاکھ ہنسی کی بات ہو لب پر مگر ہنسی نہیں
غنچۂ دل بس اب مرا بہرِ شگفتگی نہیں

یہ سوچ کر..... راہِ عزیمت کے آبلہ پا مسافر دل تھام لیتے ہیں کہ ؎

جائیں بچشم نم کہاں روئیں اب اپنا غم کہاں
پہلے سے اب کرم کہاں ایسا تو اب کوئی نہیں
ہجر کی شب عجب ہے شب حال یہ کیا ہے للعجب
تارے ہیں روشنی نہیں، چاند ہے چاندنی نہیں

اکثر لوگوں کی جدائی کا غم..... آنکھوں کو رلاتا ہے..... مگر استاذ محترم رحمہ اللہ کا صدمہ دل کو رلا رہا ہے ؎

ہنسی بھی ہے میرے لب پہ ہر دم اور آنکھ بھی مری تر نہیں ہے
مگر جو دل رو رہا ہے پیہم کسی کو اس کی خبر نہیں ہے

اُن کے جانے سے کافی کچھ اجڑ گیا..... معلوم نہیں..... زندگی کے کتنے دن یا گھڑیاں باقی ہیں..... مگر..... کراچی کے آباد ''کُنج شہیداں'' سے..... گلشن کی ویرانی کا راز پوچھنے کیلئے دل بے چین ہے..... معلوم نہیں کیوں؟

اُن کے بارے میں لکھنا..... اور پھر اس کا حق ادا کرنا کچھ آسان کام نہیں ہے..... اُن کو دیکھ کر تو بڑے بڑے لوگ..... احساسِ کمتری میں مبتلا ہو کر..... خاک اڑانے لگتے تھے..... حقیقت یہ ہے کہ..... زمانے کے بڑے ''شعراء'' نے..... پرواز اور مدہوشی کے عالم میں..... جو اونچے کردار گھڑے..... وہ ایسا ہی ایک حقیقی ''کردار'' تھے..... اس لئے کہا جا سکتا ہے کہ..... وہ..... دوسرے جہان کے آدمی تھے..... اور اس فسادزدہ زمانے میں ایک مثال بنا کر بھیجے گئے تھے..... **کنتم خیر امة أخرجت للناس**..... ہم حضرت خواجہ مجذوبؒ کے ان اشعار میں..... اُس مستِ ناز کو ڈھونڈنے کی کوشش کرتے ہیں۔

وہ مستِ ناز آتا ہے ذرا ہشیار ہو جانا
یہیں دیکھا گیا ہے بے پئے سرشار ہوجانا
ہمارا شغل ہے راتوں کو رونا یادِ دلبر میں
ہماری نیند ہے محوِ خیالِ یار ہوجانا
تصور کی مرے گلکاریاں صیّاد کیا جانے
قفس کا بھی گلوں کی یاد میں گلزار ہوجانا
عبث ہے جستجو بحرِ محبت کے کنارے کو
بس اس میں ڈوب مرنا ہی ہے اے دل پار ہوجانا

اور یہ عجیب شعر دیکھیں..... بالکل جمالِ جمیل رحمہ اللہ کا عکس ہے ؎

نہیں درکار مَے ہم کو پئے جا تو ہی اے ساقی

ہمیں تو مست کرتا ہے ترا سرشار ہوجانا
خبر کیا تھی کہ اس انکار میں اقرار پنہاں ہے
میرا غش کھا کے گر پڑنا کہ بس دیدار ہوجانا

اورظفر کے یہ اشعار۔

نہ درویشوں کا خرقہ چاہئے نہ تاجِ شاہانہ
مجھے تو ہوش دے اتنا رہوں میں تجھ پہ دیوانا
کتابوں میں دھرا کیا ہے بہت لکھ لکھ کر دھوڈالیں
ہمارے دل پہ نقشِ کا لحجر ہے تیرا فرمانا
کچھ ایسا ہو کہ جس سے منزلِ مقصود کو پہنچوں
طریق پارسائی ہووے یا ہو راہِ رندانا

بعض لوگ اس لئے اچھے لگتے ہیں کہ..... زمانہ انہیں اچھا کہتا ہے..... کچھ لوگ اس لئے پسند کئے جاتے ہیں کہ..... زمانہ والے انہیں پسند کرتے ہیں..... ایسے لوگوں کے بارے میں کہنا..... اور لکھنا آسان ہوتا ہے..... مگر بہت تھوڑے لوگ..... ایسے ہوتے ہیں جو اپنے دل کو اچھے لگتے ہیں..... کسی اور کو اچھے لگیں یا نہ لگیں..... یہ لوگ..... دل میں بستے ہیں..... اس لئے..... انہیں ''بے نقاب'' کرنا مشکل ہوتا ہے..... مجنوں نے لیلیٰ سے سچا پیار کیا..... آج جہان بھر میں مجنوں کے عشق کا چرچہ ہے..... مگر..... مجنوں نے لیلیٰ کے بارے میں کیا کہا؟..... اور کیا لکھا؟..... کچھ بھی نہیں..... لیلیٰ اس کے سانس سانس میں بستی تھی..... اور اس کے دل کو اچھی لگتی تھی..... ہاں جو دل کو اچھا لگتا ہے وہ تو ''اپنا'' ہوتا ہے ناں!..... اور ''اپنوں'' کا حال سنانا بہت مشکل کام ہے..... اس کے لئے..... دل کو منانا پڑتا ہے..... اس پر جبر کر کے..... اُسے راضی کرنا پڑتا ہے..... اور پھر..... اسے کھرچ کھرچ کر زخمی کرنا پڑتا ہے..... تب جا کر..... چند باتیں..... یا چند الفاظ کشید ہوتے ہیں..... مجھ سے جب حضرت مفتی محمد جمیل خان شہید رحمہ اللہ کے بارے میں لکھنے کی فرمائش کی گئی تو اگر..... وہ..... صرف ''زمانے کے بڑے آدمی'' ہوتے تو میرے لئے کام آسان تھا..... اُن کے دینی کارناموں کے اعداد و شمار منگوالیتا..... اور پھر انہیں..... الفاظ کی لڑی میں پرو دیتا..... اور یوں..... ایک دو روز میں..... مضمون تیار..... اور ذمہ داری پوری.....

مگر یہاں معاملہ ایسا نہیں تھا..... وہ تو مجھے دل سے اچھے لگتے تھے..... آج سے نہیں بلکہ..... اس وقت سے جب انہیں پہلی بار دیکھا تھا..... پھر گرم، سرد حالات میں کبھی بھی..... اُن کے بارے میں..... دل بدگمان نہیں ہوا..... اور..... یوں محبت بڑھتی رہی..... بڑھتی رہی..... اور یکطرفہ طور پر ''مقامِ ناز'' میں بدل کر..... دل کا راز بن گئی..... چنانچہ فرمائش آنے کے بعد دو تین دن تک..... کچھ بھی نہ لکھ سکا..... بس دعا کرتا رہا..... اور اپنے دل کو سمجھاتا رہا..... بالآخر..... چند الفاظ کی توفیق..... اللہ تعالیٰ نے عطا فرمادی..... اس پر دل کی گہرائیوں سے..... اللہ تعالیٰ کا شکر گذار ہوں..... **الحمدللہ الذی بنعمتہ تتم الصّالحات**.....

O———————O

کراچی سے پیغام آیا تھا کہ..... اقرأ ڈائجسٹ..... (جس کے بانی خود حضرت استاذ محترم شہید رحمہ اللہ تھے) کا خصوصی شمارہ نکالا جارہا ہے..... اُس کے لئے مضمون لکھ دو..... بندہ نے اسی کو مدنظر رکھتے ہوئے..... مضمون لکھنا شروع کیا..... دوسرے تیسرے دن جب قلم نے کچھ رفتار پکڑی تو معلوم کروایا کہ کتنا طویل مضمون..... قابلِ برداشت ہوگا؟..... تب پتا چلا کہ..... اربابِ اختیار ابھی تک اس ''مشورہ'' میں ہیں کہ..... کس رسالے کا ''خاص شمارہ'' نکالا جائے؟..... غالباً حضرت استاذ محترم رحمہ اللہ کی ہمہ جہت شخصیت کو مدنظر رکھ کر یہ مشورہ کیا جارہا ہوگا..... سنا ہے کہ..... اقرأ ڈائجسٹ کے علاوہ ہفت روزہ ختم نبوت، ماہنامہ بینات..... اور ہفت روزہ لولاک کے نام بھی زیرغور ہیں..... اللہ کرے خیر اور برکت والا فیصلہ..... اور معاملہ ہو..... اور حضرت استاذ محترم رحمہ اللہ کے شایانِ شان..... خصوصی شمارہ منظر عام پر آئے..... اُدھر یہ ''مشاورت'' جاری تھی..... اور اِدھر میرا مضمون..... قدرے مفصّل ہوگیا..... تب..... یہ خیال آیا کہ اسے الگ کتابچے میں شائع کردیا جائے..... بعض قریبی رفقاء نے بھی یہی مشورہ دیا..... اور یہ مناسب بھی معلوم ہوا اس لئے کہ..... مجاہدین کرام تک ''فکرِ جمیل'' کو پہنچانا ضروری ہے تاکہ..... کم ہمتی، سستی..... اور حبِ دنیا سے حفاظت کا سامان رہے..... بس یہ ہے مختصر سا پس منظر..... اس کتابچے..... ''جمالِ جمیل'' کا.....

O———————O

قارئین کرام کے علم میں رہے کہ..... بندہ کو باوجود محبت وخواہش کے استاذ محترم رحمہ اللہ کے ساتھ زیادہ رہنے کا موقع نہیں ملا..... طالبعلمی کے پہلے سال..... ان کے پاس ایک سبق

تھا..... اور اس کے علاوہ بھی زیارت وصحبت کا موقع ملتا رہتا تھا..... پھر وہ اقراء روضۃ الاطفال اور اپنے دیگر کاموں میں لگ گئے..... اور بندہ جامعہ میں زیرِ تعلیم رہا..... درجہ سادسہ کے بعد..... جب اللہ تعالیٰ نے حرمین کا سفر آسان فرمایا تو پھر حضرت استاذ محترم رحمہ اللہ کا قرب ملا..... جامعہ سے..... فراغت کے بعد..... جزوی رابطہ..... صدائے مجاہد، حرمین کے سفر..... دورہ ازبکستان..... اور حضرت استاذ محترم رحمہ اللہ کے جہادی اسفار کے ذریعہ رہا..... پھر سوا چھ سال..... بندہ انڈیا میں قید رہا..... اس دوران محدود پیمانے پر ان سے خط وکتابت رہی..... اور ایک بار مکالمہ بھی ہوا..... رہائی کے بعد کا..... اکثر وقت..... نظر بندی، روپوشی..... اور بھاگ دوڑ میں کٹا..... تاہم..... اُن کے ساتھ جزوی رابطہ رہا..... اور ان کی سرپرستی اور محبت کا ہاتھ نصیب رہا..... یہ پوری تفصیل عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ..... حضرت استاذ محترم رحمہ اللہ کی مفصل سوانح حیات..... حضرت مولانا مفتی خالد محمود مدظلہ..... حضرت مولانا مفتی مزمّل حسین کا پڑیا مدظلہ..... اور محترم بھائی عبدالرزاق صاحب جیسے وہ حضرات لکھ سکتے ہیں جو ربع صدی سے زائد ان کے ہمکار ورفیق رہے..... اور یہی حضرات استاذ محترم رحمہ اللہ کے کارناموں کو..... ان کی شان کے مطابق بیان کر سکتے ہیں..... بندہ نے تو..... جزوی..... مگر قلبی تعلق کے دوران جو کچھ دیکھا..... یا سمجھا..... بس اس کا کچھ ایسا حصہ..... جس سے مسلمانوں کو فائدہ پہنچ سکتا تھا..... تحریر کر دیا..... ہاں..... اگر مجھے آزادی اور اطمینان کی حالت نصیب ہوتی تو میں..... بھاگ دوڑ کر کے..... اُن کے حالاتِ زندگی..... اور دینی کارناموں کے کوائف جمع کر لیتا..... پھر..... اپنے تجربات وتاثرات..... اور باہر سے ملنے والی معلومات کو یکجا کر کے..... زیادہ مفصّل اور مفید..... جمالِ جمیل رحمہ اللہ..... پیش کرتا..... اور میری کوشش ہوتی کہ حضرت استاذ محترم رحمہ اللہ کے بعض خطوط..... ان کی کچھ یادگار تحریریں..... اور ان کی بعض تقاریر کو بھی اس مجموعے میں شامل کیا جائے..... مگر..... میرے محترم قارئین..... اور عزیزہ بہنو..... یہ سب کچھ فی الحال میرے بس میں نہیں ہے..... اور مجھے اس پر کوئی ''شکوہ'' نہیں..... ہاں ان حالات میں بھی..... جتنا کچھ ہو گیا اس پر ''شکر'' ضرور ہے..... بس اللہ تعالیٰ اسی کو قبول فرمالے..... اور نافع بنادے تو یہ بھی محض اس کا فضل..... اور احسان ہوگا.....

اس مضمون میں بندہ نے..... حضرت بنوری رحمہ اللہ سے لے کر حضرت جمیل شہید رحمہ اللہ

تک کے سلسلۂ اکابر کو..... ''اخلاصی سلسلے'' کے نام سے یاد کیا ہے..... اس اصطلاح کا مقصد..... ان اکابر کے بلند پایہ ''اخلاص'' کو بیان کرنا ہے..... تاکہ..... اپنے نفس کو اور قارئین کو ''دعوتِ اخلاص'' دی جاسکے..... اس لئے یہ سمجھنا درست نہیں ہوگا کہ اس اصطلاح کے ذریعہ اکابر کے کسی اور سلسلے کو نعوذ باللہ..... ''غیر مخلص'' قرار دیا جارہا ہے.....

حضرت اکابر..... اور ان کے تمام دینی سلسلے سر آنکھوں پر..... اسی طرح بندہ نے اس مضمون میں..... حضرت استاذ محترم رحمہ اللہ کے کسی سیاسی تعلق یا کارنامے کو ذکر نہیں کیا..... (لفظ سیاست سے یہاں مرّ وجہ ''جمہوری سیاست'' مراد ہے)..... وجہ اس کی یہ ہے کہ..... بندہ خود غیر سیاسی آدمی ہے اور اسے استاذ محترم رحمہ اللہ کی سیاسی زندگی کے متعلق بھی کوئی خاص معلومات نہیں ہیں..... جن حضرات کو اس بارے میں معلومات ہونگی وہ انشاء اللہ..... ضرور لکھیں گے..... بندہ نے تو صرف وہی کچھ ''عرض'' کیا ہے جو اس کے مشاہدہ..... اور تجربہ میں آیا..... اور بس..... اس لئے کتاب کے سرورق پر بھی وضاحت کردی گئی ہے کہ..... یہ مضمون..... حضرت استاذ محترم رحمہ اللہ کی زندگی کے بعض پہلوؤں کے تذکرے پر مشتمل ہے۔

جمال جمیل رحمہ اللہ کی صورت میں..... یہ تحفہ آپ کی خدمت میں حاضر ہے..... تمام مسلمانوں سے عموماً..... اور مجاہدین سے خصوصاً یہ درخواست ہے کہ..... اسے عمل کی نیت سے پڑھیں..... انشاء اللہ..... زندگی کو ''کامیاب'' بنانے میں مدد ملے گی..... کیونکہ..... یہ ایک کامیاب انسان کی داستانِ حیات ہے..... کتاب پڑھنے والوں سے یہ بھی درخواست ہے کہ..... وہ..... حضرت استاذ محترم نور اللہ مرقدہ کے رفع درجات کیلئے دعاء کرتے رہیں..... اور یہ دعاء بھی کہ ان کے چھوڑے ہوئے ''دینی کام'' تاقیامت پھلتے پھولتے رہیں..... اور ان کی اولاد..... ان کی خلف الرشید ثابت ہو..... حضرت استاذ محترم رحمہ اللہ ایک مقبول اور تیز ترین زندگی گزار کر..... تیزی سے اپنے ''اکابر'' سے جا ملے..... انہوں نے تیز رفتاری کے ساتھ اپنے لئے..... صدقات جاریہ کے اونچے پہاڑ اور مضبوط محلّات بنائے..... اور پھر تیز رفتاری سے بلندیوں کی طرف محوِ پرواز ہوگئے..... کیا بعید ہے کہ..... ان کے اس مبارک تذکرے کی برکت سے..... اللہ تعالیٰ ہم جیسے گرتے پڑتے..... اور ٹھوکریں کھاتے..... سست رو افراد پر نظرِ کرم فرمائے..... اور ہمیں بھی بخشش کی توانائی دے کر..... صراطِ مستقیم پر جمارہنے کی توفیق عطا فرما

دے.....اس کتاب سے فائدہ اٹھانے والے حضرات وخواتین.....اگر میری بخشش.....اور کامیابی کیلئے بھی دعاء فرمادیں گے تو یہ ان کا احسان ہوگا.....اور جو مجھ پر یہ احسان کرے گا اس کیلئے میری دعا ہے کہ.....اللہ تعالیٰ اسے دنیا، آخرت میں خوب خوب بدلہ عطاء فرمائے.....اور اس کی تمام جائز حاجات کو پورا فرمائے.....اور اسے بخشش، سعادت.....خوشیاں.....اور کامیابیاں عطاء فرمائے.....اللہ تعالیٰ کے حضور.....حمد وتسبیح کے بعد عرض ہے کہ.....وہ.....ہم سب کو معاف فرمائے.....اور اس کتاب کو امت مسلمہ کیلئے مفید بنائے.....اور اسے میری، میرے والدین کریمین.....مشائخ واساتذہ.....عزیز واقارب.....اہل واولاد اور رفقاء جماعت کیلئے.....بخشش اور ثوابِ جاری کا ذریعہ بنائے.....اور اس ادنیٰ سی محنت کو.....اپنے دربار عالیہ میں قبول فرمائے.....

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم وتب علینا انک انت التواب الرحیم..... اللھم اجعل سعیی مشکورا وذنبی مغفورا و عملی مقبولا و تجارتی لن تبورا.....

اللھم صل علیٰ حبیبک خاتم النبین محمد و علیٰ الہ واصحابہ اجمعین و بارک وسلم تسلیما کثیرا کثیرا.

محمد مسعود ازہر

۲۰/ربیع الاوّل ۱۴۲۶ھ بمطابق

۳۰/اپریل ۲۰۰۵ء

www.rahnamaa.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خوشخبری

کتاب اشاعت کیلئے ناظم مکتبہ عرفان کے پاس بھیجی جا چکی تھی.....تعارف بھی کتابت کے مراحل میں تھا.....کہ اللہ تعالیٰ نے مزید نصرت فرمائی اور کافی تگ ودو کے بعد حضرت مولانا مفتی محمد جمیل خان صاحب شہید رحمہ اللہ کے بیانات کی دو کیسٹیں دستیاب ہوگئیں ..... پہلا خطاب خدّام الاسلام کراچی کے زیر اہتمام ایک اصلاحی وتربیتی نشست میں کیا گیا.....جب کہ دوسرا اور تاریخی خطاب نشان حق کانفرنس گوجرانوالہ میں .....آپ نے بطور صدرِ جلسہ ارشاد فرمایا..... بندہ اپنے کراچی اور گوجرانوالہ کے اُن احباب کا تہہ دل سے ممنون ہے جنہوں نے یہ نایاب کیسٹیں مہیا کیں.....اس طرح بندہ برادر عزیز وحبیب مولانا طلحہ السیف کے لئے بھی دعا گو ہے جنہوں نے ہاتھوں ہاتھ ان خطبات جمیل رحمۃ اللہ علیہ کو کیسٹ سے کاغذ پر منتقل کیا.....اور سرخیوں کی صورت میں عنوانات قائم کئے..... الحمدللہ حضرت استاذ محترم کی برکت سے..... یہ کتاب ''جمالِ جمیل'' اب ''خطباتِ جمیلؒ'' سے بھی مزیّن ومعطر ہوگئی ہے.....قارئین کے افادہ کے لئے ہم نے کتاب کے آخر میں جہاں ان ''خطبات'' کو شامل کیا ہے.....وہاں..... ایک اور مضمون.....(حیاتِ جمیلؒ ایک نظر میں) کا بھی اضافہ کردیا ہے.....امید ہے کہ انشاء اللہ.....اب یہ مجموعہ.....قارئین کرام کیلئے زیادہ نفع مند ثابت ہوگا..... **والحمدللہ ربّ العالمین .....والحمدللہ الذی بنعمتہٖ تتم الصالحات.....وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خاتم النبین سیدنا محمد والہ واصحابہ اجمعین**

محمد مسعود ازہر

۲۴ ربیع الاوّل ۱۴۲۶ھ

بمطابق

۴ مئی ۲۰۰۵ء یوم الاربعاء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حالِ دل

اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنا ایک بہت ہی عجیب بندہ دکھایا..... ظاہری اور باطنی حسن و جمال کا پیکر..... عجیب اس لئے کہ کوئی انہیں کراچی میں..... ہنستا مسکراتا..... اور پھر عرفات کے میدان میں بلکتا، تڑپتا دیکھ لیتا تو..... حیران رہ جاتا..... اللہ تعالیٰ نے ان پر بہت سخاوت فرمائی..... اور انہیں ایسی صفات سے نوازا..... جو متنوع تھیں ؎

کہیں میں غنچہ ہوں واشد سے اپنی خود پریشاں ہوں
کہیں گوہر ہوں اپنی موج میں میں آپ غلطاں ہوں
کہیں میں ساغر گل ہوں، کہیں میں شیشۂ مُل ہوں
کہیں میں شور قلقل ہوں کہیں میں شور مستاں ہوں
کہیں میں برق خرمن ہوں، کہیں میں ابرگلشن ہوں
کہیں میں اشک دامن ہوں، کہیں میں چشم گریاں ہوں
کہیں میں عقل آراء ہوں، کہیں مجنون رسوا ہوں
کہیں میں پیر دانا ہوں، کہیں میں طفل ناداں ہوں
کہیں میں سرو موزوں ہوں، کہیں میں بید مجنوں ہوں
کہیں گل ہوں ظفر میں اور کہیں خاربیاباں ہوں

میں نے انہیں پہلی بار ۱۹۸۰ء میں دیکھا..... اپنے محبوب اور پسندیدہ استاذ کی صورت میں..... اور آخری بار..... ان کی شہادت سے کچھ ہی پہلے اپنی روپوشی کے دوران..... جب وہ اوپر جانے کی پکی تیاری میں نظر آرہے تھے..... گویا چوبیس سال تک ان سے..... تعارف و تعلق رہا..... اللہ کرے ''وہاں'' بھی رہے اس پورے عرصہ میں..... ان کی محبت اور عظمت دل میں بڑھتی ہی رہی..... وہ میرے ''آئیڈیل'' تھے..... میں ان کی کئی صفات اپنانا چاہتا تھا..... اس کیلئے دعا اور کوشش بھی کرتا تھا..... مگر کامیاب نہ ہوسکا..... ربّ غفور مجھے معاف فرمائے..... ہاں مجھے ان

سے بے حد محبت تھی..... وہ میرے محسن تھے..... اور بہت کچھ..... انڈیا سے رہائی کے بعد تمنا تھی کہ..... ان کے زیر سایہ دینی و جہادی کام کرنے کا کھلا موقع ملے گا..... مگر ؎

یہی شوق تھا ہمیں دمبدم کہ بہار دیکھیں گے اب کے ہم
جوں ہی چھوٹے قید قفس سے ہم تو سنا خزاں کے دن آ گئے

اب وہ بھی چلے گئے..... حضرت لدھیانوی شہیدؒ..... اور حضرت شامزئیؒ شہید کے بالکل پیچھے پیچھے..... ایک پورا مے خانہ اجڑ گیا..... اور ایک عجیب و غریب ''اخلاصی'' سلسلے کا اختتام ہو گیا..... اب کوئی ایسا نظر نہیں آتا..... جسے بے فکر ہو کر ''راز دل'' بتایا جا سکے ؎

کوئی کیوں کسی کا لبھائے دل کوئی کیوں کسی سے لگائے دل
وہ جو بیچتے تھے دوائے دل وہ دکان اپنی بڑھا گئے

وہ بے حد مخلص تھے..... اس لئے اکثر لوگوں کو معلوم نہیں کہ ان کے جانے سے کیا کچھ اجڑ گیا ہے..... اب اگر کوئی ''محرم راز'' اس بات کو کھولے گا تو لوگ اس کی باتوں کو مبالغہ سمجھیں گے..... خوبصورتی اور جمال..... خوبصورت انسان کے ایک ایک انگ سے چھلکتا ہے..... مگر خود' خوبصورتی' کا اپنا الگ کوئی وجود نہیں ہوتا..... خوشبو پھول کے ایک ایک حصے میں مہکتی ہے..... مگر خود وہ کہاں ہے؟..... کوئی نہیں دیکھتا..... بجلی مشین کے ہر پرزے کو چلاتی ہے..... اور ''روح'' جسم کے ہر جزو میں فروکش ہوتی ہے..... مگر بجلی اور روح نظر نہیں آتی..... یہی حال میرے محبوب استاذ کا تھا..... اسی لئے ''حقیقت'' تک رسائی نہ پانے والے یہی سمجھ رہے ہیں کہ..... ایک ''متحرک عالم دین'' شہید ہو گیا ہے..... حالانکہ دشمنوں نے اس بار..... اہل حق کو جو نقصان پہنچایا ہے..... وہ بہت ہی سخت ہے..... انہوں نے جسم کی بجائے ''روح'' پر حملہ کیا ہے..... انہوں نے جوڑنے والی اس رسی کو کاٹا ہے..... جس نے تنکوں کو طوفان بنا رکھا تھا..... اللہ پاک ظالموں کو رسوا کرے..... بے شک انہوں نے اس بار..... بہت گہرا زخم دیا ہے..... اور ہمیں خوب تڑپایا ہے ؎

اے برق تجلی بہر خدا ' نہ جلا مجھے ہجر میں شمع آسا
مری زیست ہے مثل چراغ سحر مرا چین گیا مری نیند گئی
یہی کہتا تھا رو رو کے آج ظفر مری آہ رسا میں ہوا نہ اثر
ترے ہجر میں موت نہ آئی مگر مرا چین گیا مری نیند گئی

مجھے ان کا مقام بڑھا چڑھا کر بیان کرنے سے کیا ملے گا؟..... وہ تو زندگی کے ایام میں بھی

..... ماشاءاللہ..... کسی کی مدح سرائی کے محتاج نہیں رہے..... اب انہیں تعریف وتوصیف کی کیا حاجت؟..... خون میں نہا کر جانے والے تو ''عام'' بھی ''خاص'' بن جاتے ہیں جبکہ وہ تو..... پہلے ہی سے..... اخص الخواص میں سے تھے..... اس لئے ''مبالغہ آمیزی'' کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا..... ہاں اپنے غم اور صدمے کا رونا ہے کہ..... کتنا بڑا انسان چلا گیا..... دین کے عاشق بہت رہے ہیں..... اور ان شاءاللہ آئندہ بھی بہت ہونگے..... مگر دین اسلام کا ''مجنوں'' کوئی کوئی پیدا ہوتا ہے..... میرے محبوب استاذ بھی..... مجنوں تھے..... مجنوں وہ ہوتا ہے جو مقصود و مطلوب کی خاطر..... خود کو بالکل بھلا دیتا ہے..... اور اپنا سب کچھ لٹا دیتا ہے..... وہ اپنی ذات کیلئے کچھ بھی نہیں کرتا..... بس اس لئے اس کی ذات پیچھے رہ جاتی ہے جبکہ اس کا کام اور مشن بہت آگے نکل جاتا ہے..... حافظ شیرازؒ کا یہ شعر پڑھیں تو بات آسانی سے سمجھ آجائے ۔

شبے مجنوں بلیلیٰ گفت کہ اے محبوب بے ہمتا
ترا عاشق شود پیدا ولے مجنوں نہ خواہد شد

یعنی..... ایک رات مجنوں نے لیلیٰ سے کہا..... اے میرے بے مثال محبوب تجھے عاشق تو بہت مل جائیں گے مگر مجنوں (میرے سوا) کوئی نہیں ملے گا..... جب میرے محبوب استاذ کا پورا جسم لہولہان تھا..... وہ بھی زبان حال سے یہی شعر پڑھ رہے ہوں گے..... بے شک وہ اس زمانے میں..... اخلاص ومحبت کی آبرو تھے..... وہ طویل عرصہ سے..... میدان عرفات میں تو اپنے خون آلود آنسو بہا ہی رہے تھے..... ۔

خدا جانے کہ سینے میں مرے کیا رنگ ہے دل کا
نظر آتی ہے کیوں آمیزشِ خوں آج آنسو میں

اور پھر اسی پر بس نہ کیا..... اپنے جسم و دل کا سارا خون بھی بہا ڈالا..... اور سچوں میں شامل ہوگئے.....

من المومنين رجال صدقوا ما عاهدو الله عليه ..... (الاحزب۔۲۳)

میرے لئے وہ ہمیشہ ناقابل تسخیر رہے..... میں ان کی زندگی میں ان کی تین صفات کی بلندی کا اندازہ لگانے کی کوشش کرتا رہا..... مگر کبھی ان کی انتہا تک نہ پہنچ سکا..... وہ تین صفات..... اخلاص..... اکابر کی خدمت کا جنون..... اور جہد مسلسل یا انتھک محنت..... میں نے یہ راز سمجھنے کی کوشش کی کہ وہ اتنا کام کر کے تھکتے اور اکتاتے کیوں نہیں؟..... مگر یہ راز مجھے آج تک

سمجھ نہ آسکا..... کاش ان کا کوئی ہمراز یہ نسخہ ''فاش'' کردے تو کم ہمتوں کیلئے کچھ آسانی ہوجائے..... ایک بار انہوں نے مجھ سے فرمایا تھا کہ چوبیس گھنٹے میں صرف تین گھنٹے کی نیند بہت کافی ہوتی ہے..... یہ بات مجھے کچھ عرصہ سمجھ آئی..... اور پھر بس..... جبکہ ان کا اس پر سالہا سال سے عمل تھا..... میں نے اس بات کا کھوج لگانے کی کوشش کی کہ..... ان کے دل میں اتنی وسعت کیسے پیدا ہوئی؟..... بڑے سے بڑے کام کو بسم اللہ پڑھ کر شروع کردیتے ہیں..... ہر کس و ناکس کا بوجھ اٹھا لیتے ہیں..... ہر کسی کا حسد سہہ لیتے ہیں..... اور جواب میں بالکل حسد نہیں کرتے..... اور کسی بھی کام کو مشکل یا ناممکن قرار نہ دیتے..... ان تمام صفات میں ان کا معیار اتنا بلند اور مضبوط تھا کہ بات راز ہی رہی..... اور وہ چلے گئے..... ان کی زندگی میں مجھے ایک اور ناکامی بھی ہوئی کہ میں..... کبھی انہیں یہ بات نہ بتا سکا کہ میرے دل میں ان کیلئے کتنی محبت، احترام اور مقام ہے..... حالانکہ یہ بتانا میرے لئے ضروری تھا کیونکہ میں ان کے زیر سایہ..... اور انہیں کے ساتھ کام کرنا چاہتا تھا..... مجھے اس ''اخلاصی سلسلے'' سے بہت پیار ہے جس کے وہ آخری مینار تھے..... یہ لوگ تکلفات اور فخر سے پاک..... اور انسانوں سے محبت کرنے والے لوگ تھے..... ان کے ہاں اپنی نیکیوں پر فخر..... اور دوسروں کی غیبت کے کارخانے قائم نہیں تھے..... میں نے چند بار ان کے سامنے اظہار کی کوشش کی..... مگر میں ناکام..... اور وہ ناقابل تسخیر رہے..... اب مجھے حکم ملا ہے کہ ان کے بارے میں کچھ لکھوں..... مجھے یقین ہے کہ یہاں بھی میرے محبوب استاذ..... ناقابل تسخیر رہیں گے..... اور میں ان کا ادنیٰ سا شاگرد..... اپنے دل و دماغ میں موجود..... جذبات و معلومات کا حق ادا نہیں کرسکوں گا..... ؎

جذب دل سے آرزوئے دل عجب مشکل میں ہے
بارہا یہ دل سے نکلی پھر بھی میرے دل میں ہے

ان کے جانے کا غم بھی بہت عجیب ہے..... جب بھی خیال آتا ہے کہ وہ اب نہیں ہیں..... دل پر درد کی لہر..... ''فسونِ عُمر کا ہی'' بن کر سخت چٹکی بھرتی ہے..... آنکھیں آنسوؤں سے روتیں تو..... دل کا بوجھ ہلکا ہوجاتا..... مگر جب دل خود رونے لگے تو آنکھیں آنسوؤں کو ترستی ہیں..... ؎

مژہ تر ہیں نہ آنکھوں میں نمی معلوم ہوتی ہے
مجھے اس دل کے رونے پر ہنسی معلوم ہوتی ہے

حضرت خواجہ مجذوبؒ کے یہ اشعار..... ہماری حالت کی ترجمانی کرتے ہیں ؎

اب کہاں وہ دن کہاں وہ حلقہ پیر مغاں
اب کہاں وہ ذات اقدس تھی جو روح میکشاں
وہ مزا وہ حظ وہ دورِ مے کشی جاتا رہا
زندگی اب کیا ہے کیفِ زندگی جاتا رہا

یہ سن کر کچھ خوشی ہوئی کہ.....ان کے مخلص رفقاء کرام.....ان کا یادگاری نمبر.....یعنی اقراء ڈائجسٹ کا خصوصی شمارہ نکال رہے ہیں.....اللہ پاک ان کی خاص نصرت فرمائے کہ وہ اس میں خوب کامیاب ہوں.....تاکہ.....ہم زخمی دل.....متاثرین کیلئے کچھ سامان راحت میسر ہو..... اپنے محبوب استاذ کی زندگی کے مختلف گوشے معلوم ہوسکیں.....ان کے بارے میں اکابر کے ''کلمات'' صبر و ہمت کا باعث بنیں..... اور ان کے دینی کارناموں ..... اور ''الباقیات الصالحات'' کی مفصل کارگذاری معلوم ہوسکے.....ایسے حضرات کا مفصل تذکرہ.....اور ان کی سوانح حیات.....تاثیر میں ''آب حیات'' کا اثر رکھتی ہے.....قرآن پاک جیسی عظیم کتاب..... مخلص و باہمت افراد کے سچے واقعات سے بھری پڑی ہے.....حکمت والے رب نے کامیاب لوگوں کے تذکرے خود اپنی پاک کتاب میں فرمائے ہیں.....تاکہ.....لوگوں کو کامیابی حاصل کرنے کی رغبت و ہمت نصیب ہو.....حضرت مولانا مفتی محمد جمیل خان.....شہید نور اللہ مرقدہ .....اپنے زمانے کے.....باہمت' کامیاب' مفید.....اور موفق ترین انسان تھے.....ان کا تذکرہ .....انشاء اللہ.....بہت مفید رہے گا.....ان کی جدائی کے غم میں مارے ہوئے لوگ.....اس تذکرے میں ان کی صحبت کا.....کچھ نہ کچھ لطف ضرور پالیں گے.....اور انہیں میرے محبوب استاذ کے کارنامے پڑھ کر اس بات کا یقین ہوجائے گا کہ.....سعادت کی زندگی.....اور شہادت کی حیات پانے والا.....مرد جری اب بھی زندہ ہے.....مگر اب اس کی زندگی اس قدر.....اونچی اور طاقتور ہوچکی ہے کہ.....ہم اسے اپنی کمزور ظاہری آنکھوں سے نہیں دیکھ سکتے..... ع

مرا نقش ہستی نہیں مٹنے والا

تعمیل حکم.....اور اس بابرکت کار خیر میں شمولیت کے لئے میں بھی.....اللہ تعالیٰ کے بھروسے پر.....اپنے محبوب استاذؒ کے بارے میں چند الفاظ لکھنے بیٹھ گیا ہوں.....اللہ پاک آسان کرے.....اور قبول فرمائے.....

اخلاصی سلسلہ

حضرت بنوریؒ کو اللہ پاک نے عجیب ''اخلاص'' عطاء فرمایا تھا..... واقعات پڑھ سن کر انسان دنگ رہ جاتا ہے..... خلاصہ یہ ہے کہ..... حضرت صدیق اکبرؓ کے..... اخلاصی فیض کی ایک جھلک ان میں نظر آتی تھی..... حدیث پاک میں آتا ہے..... الارواح جنود مجندہ ..... بس اسی حدیث کے مطابق ..... ایک جیسی روحیں دنیا میں اکٹھی ہوتی ہیں..... جمع ہوتی ہیں..... اور مل کر کام کرتی ہیں..... حضرت بنوریؒ کی سب سے بڑی صفت ..... اخلاص تھی..... بس ان کے ساتھ مخلصین جمع ہوتے گئے ..... یہ لوگ بانی سلسلہ کی طرح ..... علم دین اور مدرسہ سے گہرا تعلق رکھتے تھے..... مسلکاً پختہ حنفی اور دیوبندی تھے..... اکابر علماء دیوبند کی محبت ان کے رگ وپے میں دوڑتی تھی..... تصوف میں ان پر ''چشتی'' رنگ تھا..... مگر علمی مشغولیت..... تصوف پر غالب تھی..... یہ سب..... شب بیدار تھے اور دنیا سے بے فکر و بے پرواہ..... ان سب کی اہم ترین خصوصیت..... دینی غیرت تھی..... یہ ''دینی غیرت'' ان کے جسم میں خون کی طرح دوڑتی تھی..... اور جب بھی اس کا ''ظہور'' ہوتا تھا تو ایک دنیا پر ہیبت چھا جاتی تھی..... یہ تمام لوگ علم میں بہت پختہ تھے..... مگر ان میں بڑائی اور تعلّی نہیں تھی..... یہ حضرات تقویٰ میں اپنی مثال آپ تھے مگر..... کسی بھی گناہگار کو اپنے سے حقیر نہیں سمجھتے تھے..... ان سب حضرات کا روحانی مرکز..... مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ تھا..... اس لئے وہاں خوب جاتے تھے..... اور بار بار جاتے تھے..... جبکہ پاکستان میں ان کا مرکز..... جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن تھا..... اس سلسلے کے سب بزرگ..... مزاج کے اختلاف کے باوجود..... نظریات' افکار اور اعمال میں بالکل ایک جیسے تھے..... خونی رشتے میں بندھے خاندان جیسے..... پہلے عرض کیا ہے کہ..... اس سلسلے کی خصوصیت دینی غیرت تھی..... چنانچہ..... ختم نبوت کا تحفظ..... عظمت صحابہؓ اور ناموس اہل بیتؓ کی حفاظت..... اور نظریہ جہاد سے وابستگی..... اس سلسلے کے تمام افراد میں..... یکساں

www.rangmor.com

نظر آتی تھی ..... حضرت بنوریؒ ..... حضرت مفتی احمد الرحمٰنؒ ..... حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ ..... ختم نبوت کی تحریک کے سرخیل رہے ..... اور اس سلسلے کے ''خادم خاص'' ..... حضرت مفتی محمد جمیل شہید بھی ..... مجلس تحفظ ختم نبوت سے وابستہ تھے ..... قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے کی تحریک ..... حضرت بنوریؒ کی قیادت میں اٹھی ..... افغانستان کی طرف جہادی قافلوں کی روانگی ..... حضرت مفتی احمد الرحمٰنؒ کی قیادت میں شروع ہوئی ..... سواد اعظم کی طوفانی تحریک میں ..... حضرت مولانا مفتی ولی حسن صاحبؒ کی دعائیں ..... حضرت مولانا مصباح اللہ شاہ صاحبؒ کی فراست ..... حضرت مفتی احمد الرحمٰنؒ کی جرأت اور حضرت مولانا مفتی محمد جمیل خانؒ کی محنت کا ..... بہت بڑا دخل تھا ..... ان میں سے دو حضرات تو جیل میں بھی ڈالے گئے ..... اور تو اور اس تحریک میں ..... بنوریؒ اخلاصی سلسلے کے گوشہ نشین ولی ..... حضرت مولانا محمد ادریس میرٹھیؒ کی تائید بھی شامل تھی ..... اس سلسلے کی خوش بختی کہ انہیں ..... حضرت بنوریؒ جیسے محدث ..... حضرت مفتی ولی حسنؒ جیسے فقیہ ..... حضرت مولانا محمد ادریسؒ جیسے مفسر و ولی ..... حضرت لدھیانوی شہیدؒ جیسے مفکر و قلمکار ..... حضرت مفتی احمد الرحمٰن صاحبؒ جیسے مدبّر و جری ..... حضرت مولانا مصباح اللہ شاہؒ جیسے باریک بین ..... حاجی عبداللہؒ جیسے کوہِ استقامت ..... حضرت ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر جیسے نرم خو ..... حضرت مولانا عبدالقیوم چترالی جیسے شب بیدار ..... حضرت مولانا بدیع الزمان جیسے متبع سنت ..... حضرت مولانا محمد سواتی جیسے فقیر ..... حضرت مفتی عبدالسمیع جیسے انتھک و فعال کارکن اور حضرت مفتی محمد جمیل خان شہید جیسے مخلص اور وفادار خادم نصیب ہوئے .....

اگر آپ اس پورے ..... اخلاصی سلسلے کو سمجھنا چاہتے ہیں تو ..... حضرت بنوریؒ ..... حضرت لدھیانویؒ ..... حضرت مفتی ولی حسنؒ ..... اور حضرت مفتی احمد الرحمٰنؒ ..... کی اپنی تحریریں ..... اور ان کے حالات زندگی ..... اور کارنامے پڑھیں ..... یہ حضرات اپنے زمانہ کے اعتبار سے ..... اخلاص میں بے مثال ..... اور دینی غیرت میں بے نظیر تھے ..... آج پاکستان ہی نہیں ..... دنیا کے ایک بڑے حصے پر ..... اس اخلاصی سلسلے کی دینی محنت کے آثار صاف نظر آرہے ہیں ..... اس سلسلے کا ایک مرد جلیل ..... جس کی تربیت دوسری جگہ ہوئی مگر اس کی روح اسے ان کے ساتھ کھینچ لائی ..... حضرت مولانا مفتی نظام الدین شہید تھے ..... علم ہو یا جہاد ..... تقریر ہو یا تحریر ..... فتویٰ ہو یا تحقیق ..... سیاست ہو یا صحافت ..... الغرض دین کا کوئی شعبہ ہو ..... اس سلسلے کا فیض ہر جگہ

چمک رہا ہے..... اور بلا مبالغہ..... ہر دن لاکھوں افراد اس سلسلے کے..... دینی، جہادی..... اور روحانی فیوض سے مستفید ہوتے ہیں..... میرے محبوب استاذ حضرت مولانا مفتی محمد جمیلؒ..... اسی سلسلے کے فرد فرید تھے..... وہ اول تا آخر..... اسی سلسلے میں پلے، بڑھے..... اور جوان ہوئے..... وہ اس سلسلے کی محبوب ترین شخصیت تھے..... اور انہوں نے..... ''سید القوم خادمھم'' کے کردار کو اتنی خوبصورتی سے نبھایا کہ..... اب جبکہ..... ان کی ڈاڑھی میں سفیدی غالب آ چکی تھی..... وہ خادم ہی رہے..... اور خدمت ہی کو انہوں نے اپنا اوڑھنا بچھونا بنایا..... آپ کی اس سلسلے کے ساتھ ''وفاداری'' کی انتہا اس بات سے معلوم ہوتی ہے کہ..... حالات کی آندھیوں نے بعض دیگر افراد کی طرح..... انہیں بھی کئی بار اس سلسلے سے دور پھینکنے کی کوشش کی..... مگر وہ ہر بار کپڑے جھاڑ کر واپس آ بیٹھے..... انہیں درجنوں بار..... مستقل بالذات ہونے کے مواقع ملے..... مگر وہ..... اسی ''سلسلے'' کے خادم رہے..... اور کئی بار دور پھینکے جانے کے باوجود..... واپس لوٹے..... اور اس میں کامیاب رہے..... اور بالآخر..... اسی سلسلے کے دو اکابر کے پہلو میں..... آسودۂ خاک ہو گئے.....

www.rangonet.com

اونچا خاندان

حضرت استاذ محرمؒ کا تعلق ..... بہت اونچے دینی اور روحانی خاندان سے تھا ..... بخارا وسمرقند کے سفر کے دوران ..... انہوں نے اپنے کچھ خاندانی حالات سرسری طور پر سنائے تھے ..... آپ کے دودھیال کابل سے ..... اور ننھیال بخارا سے تھے ..... بخارا کے سفر کے دوران جب انہوں نے یہ بات بتائی تو بندہ نے ..... ادب کے ساتھ ازراہِ مزاح عرض کیا ..... آپ کے دادا جی بہت ''باذوق'' تھے ..... اس بات پر خوب مسکرائے ..... اور اپنی دادی اماں کے بعض حالات سنائے ..... اللہ پاک نے باطنی حسن کے ساتھ ساتھ ..... ظاہری طور پر بھی آپ کو ''جمیل'' بنایا تھا ..... قد ایسا کہ سروشرمائے اور چہرہ ایسا حسین و پرنور کہ ..... ماہتاب رشک کرے ..... سنا ہے کہ ..... شہادت کے بعد تو بہت ہی زیادہ حسین لگ رہے تھے ..... جی ہاں ..... محبوب سے وصل کی گھڑی میں ..... حسن اور نکھر جاتا ہے ..... معلوم نہیں حافظ شیراز نے یہ غزل کس ..... کیفیت میں لکھی ..... مجھے تو اس کے ہر شعر کے پیچھے ..... اپنے محبوب استاذ محترم ..... مسکراتے ہوئے نظر آتے ہیں ..... یہاں پوری غزل تو نہیں چند اشعار آپ بھی ملاحظہ فرمائیے .....

اے در رخ تو پیدا انوار پادشاہی
در فکرت تو پنہاں صد حکمت الٰہی

ترجمہ: اے وہ کہ تیرے چہرہ میں بادشاہی نور ظاہر ہے تیری فکر میں سو الٰہی حکمتیں پوشیدہ ہیں .....

بے شک آپ کے حسین بخاری وافغانی چہرے میں بادشاہوں جیسا جلال تھا ..... اور آپ کی سوچ اور فکر میں ایسی حکمتیں تھیں کہ زمانے کے بڑے لوگ آپ سے روشنی حاصل کرتے تھے

کلک تو بارک اللہ درملک و دیں کشادہ
صد چشمہ آب حیواں از قطرہ سیاہی

ترجمہ: اللہ تیرے قلم میں برکت دے جس نے ملک اور دین کے معاملہ میں سیاہی کے ایک قطرے سے آب حیات کے سینکڑوں چشمے کھول دیئے.....

بے شک استاذ محترم ''صاحب قلم'' تھے آپ نے خوب لکھا.....اپنے اصل نام سے بھی .....اوراپنے قلمی ناموں سے بھی.....روز نامہ جنگ کا اسلامی صفحہ ''اقراء'' سالہا سال تک ابومریم (یعنی استاذ محترم) کے قلم سے ضیاء بار رہا.....اورتو اور.....ہمارے زمانے کے ''شاہ قلم'' حضرت لدھیانوی شہید فرمایا کرتے تھے کہ.....جمیل خان میرا قلم ہیں..... ؎

براہرمن نتا بد انوار اسم اعظم
ملک آن تست و خاتم فرما ہر آنچہ خواہی

ترجمہ: شیطان پر اسم اعظم کے نور نہیں چمکتے ہیں ملک اور انگوٹھی تیری ملکیت ہے تو جو چاہے حکم دے۔

اس شعر میں حافظ نے ایک واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے مشہور ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی پر اسم اعظم لکھا ہوا تھا جس کی برکت سے آپ جن وانس پر حکومت کرتے تھے۔ ایک شیطان جن نے وہ انگوٹھی چرالی مگر اسے اسم اعظم کا فائدہ حاصل نہ ہوا۔

حضرت استاذ محترمؒ کو بھی اللہ پاک نے قبولیت وتوفیق کا ''اسم اعظم'' عطا فرمایا تھا آپ جس کام میں ہاتھ ڈالتے تھے وہ دیکھتے ہی دیکھتے خوب پھیل جاتا تھا۔ کئی اورلوگوں نے بھی آپ کے نام اور کام کی نقل کی۔ مگر اس مقام تک نہ پہنچ سکے۔ صرف ''اقراء روضۃ الاطفال'' ادارے کو ہی لے لیجئے۔

حضرت استاذ محترم اس کے بانی تھے اور آج کراچی سے گلگت تک اس ادارے کا فیض ٹھاٹھیں مار رہا ہے.....حضرت کی دیکھا دیکھی پورے ملک میں لوگوں نے ''اقراء'' کے نام سے ادارے کھولے.....اللہ تعالیٰ مخلصین کو کامیاب فرمائے.....مگر ان میں سے کوئی بھی.....استاذ محترم کے ادارے کے سنگ پا تک نہ پہنچ سکا.....اسی طرح حجاج کرام کی خدمت کے معاملہ میں بھی.....آپ کی ترتیب دوسروں کیلئے.....ایک قابل تقلید نمونہ بنی ہوئی ہے..... ؎

درحشمت سلیماں ہر کس کہ شک نماید
برعقل و دانش او خند ند مرغ و ماہی

ترجمہ: سلیمان علیہ السلام کے دبدبہ میں جو شخص شک ظاہر کرے پرندے اور مچھلیاں اس کی

عقل پر ہنسیں گے..... بے شک حضرت استاذ محترم کے کمالات اور کارنامے بھی ناقابل تردید ہیں۔

آگے حافظ شیراز فرماتے ہیں۔

باز ارچہ گاہ گاہے برسر نہد کلاہے
مرغان قاف دانند آئین پادشاہی

ترجمہ: اگرچہ کبھی کبھی باز بھی سر پر تاج رکھ لیتا ہے مگر بادشاہی کے طریقے کوہ قاف کے پرندے جانتے ہیں.....

حافظ کی یہ نظم کافی طویل ہے..... اور اس کے ہر شعر میں حضرت استاذ محترم کا عکس نظر آتا ہے..... مگر میں نے آپ کو یہ چند اشعار پڑھنے کی زحمت اس آخری شعر تک..... پہنچانے کے لئے دی ہے..... سرزمین کوہ قاف..... اور ترکان سمرقند و بخارا..... اور فاتحین کابل..... یہ تمام اسلامی تاریخ کے ناقابل فراموش حقائق ہیں..... مسلمان ہونے کے بعد..... انسان کی علاقائی خصوصیات اور زیادہ طاقتور ہو جاتی ہیں..... اور عجیب بات یہ ہے کہ جو قوم اپنے قومی تعصب کو بھلا کر..... زیادہ سے زیادہ بہترین مسلمان بننے کی کوشش کرتی ہے..... وہ پوری دنیا میں..... منفرد مقام پاتی ہے..... استاذ محترم میں نام کا بھی..... قومی یا علاقائی تعصب نہیں تھا..... اسی لئے..... ان میں اسلامی اور قومی تمام خصوصیات خوب خوب موجود تھیں..... آپ ''مرغان قاف'' کی طرح آئین بادشاہی جانتے تھے..... چنانچہ..... اخلاص، خدمت اور محنت کو آپ نے اپنا اوڑھنا بچھونا بنایا..... اور دینی خدمت کے حوالے سے ایک غیر محسوس سلطنت کے..... بے تاج حکمران بن گئے..... آپ کے والد محترم حضرت اقدس حاجی عبدالسمیع نور اللہ مرقدہٗ..... اللہ تعالیٰ کے ولی..... اور خوب عبادت گزار انسان تھے..... حضرت حکیم الامۃ تھانویؒ کے خلیفہ اجل..... حضرت مولانا فقیر محمد پشاوریؒ نے انہیں خلافت سے نوازا تھا..... بندہ کو ایک بار..... حرمین شریفین میں ان کی چند روزہ خدمت کی سعادت نصیب ہوئی..... ان کی عبادت، ریاضت..... اور تقویٰ..... حیران کن تھا..... کسی زمانے کراچی میں ایسے پی سی او کھلے تھے..... جو بہت کم رقم میں دوسرے شہروں سے رابطہ کرواتے تھے..... استاذ محترم نے بتایا کہ..... بہن بھائیوں میں سے کوئی بھی اگر اس طرح کے کسی پی سی او کے ذریعے..... والد صاحب سے رابطہ کرتا تو آپ بات نہیں کرتے تھے.....

حرم شریف میں رات کا اکثر حصہ عبادت میں گزارتے تھے.....ایک بار بندہ کو حکم دیا کہ..... طواف کے لئے جانا ہے..... بندہ خوشی سے تیار ہوگیا.....اورانہیں ویل چیئر پر بٹھا کر حرم شریف کی طرف روانہ ہوگیا.....وہیل چیئر اندر لے جانے کی اجازت نہیں تھی اس لئے اسے دروازے پر جمع کرادیا.....اور حضرت کا ہاتھ تھام کر کعبہ شریف کی طرف بڑھنے لگا.....صحن کی طرف سیڑھیاں اترتے ہوئے وہ پھسل کر گر گئے..... بندہ نے جلدی سے سہارا دیکر اٹھایا.....ندامت کی وجہ سے میں ان سے آنکھیں نہیں ملا پارہا تھا.....مگر جب ان کے چہرے پر نظر پڑی تو.....آپ مسکرا رہے تھے.....مطاف میں پہنچ کر.....ہم نے طواف شروع کردیا.....وہ میرے دائیں ہاتھ کا سہارا لیکر خوب وجد سے طواف فرمارہے تھے.....چوتھے چکر کے بعد تھکاوٹ محسوس ہوئی تو بیٹھنے کا اشارہ کیا میں نے کعبہ شریف کے دروازہ سے کچھ آگے دیوار کے ساتھ بٹھادیا.....ایک شرطہ (پولیس والا) ہماری طرف لپکا تاکہ ہمیں اٹھا سکے.....میں نے اسے سمجھایا کہ شیخ معذور ہیں تھک گئے ہیں..... سانس لیکر اٹھ جائیں گے.....الغرض طواف مکمل ہوا.....میں نے انہیں مقام ابراہیم سے بائیں طرف بٹھادیا.....انہوں نے طواف کی دو رکعتیں بیٹھ کر ادا کیں.....میں نے ان کی دائیں جانب نماز پڑھی.....دعا کے بعد میں نے انہیں دیکھا تو وہ.....انتہائی محبت کے ساتھ مجھے دیکھ کر مسکرا رہے تھے.....پہلے تو میں نے نظریں جھکادیں.....پھر دوبارہ دیکھا تو وہ اسی طرح مسلسل دیکھ رہے تھے.....مجھے ان کی پرنور آنکھوں میں کچھ ''فرمائش'' نظر آئی.....میں نے پاس جاکر پوچھا..... حضرت کوئی حکم ہے؟.....فرمایا جی ہاں.....دوبارہ طواف کرنا ہے.....میں نے عرض کیا.....حاضر .....فرمانے لگے: اورطواف کا آغاز حجر اسود کے بوسہ سے کرنا ہے.....میں یہ سنتے ہی گھبرا گیا..... ہماری آنکھوں کے سامنے اس وقت بھی درجنوں لوگ حجر اسود پر دھینگا مشتی کررہے تھے.....میں نے عذر اور انکار کی بجائے.....رضا مندی ظاہر کردی.....اور دل ہی دل میں ''آسانی'' کی دعا کرنے لگا.....وہ معذور تھے.....بہت ڈر تھا کہ.....کہیں لوگوں کے دھکے سے گر نہ جائیں اور..... خدانخواستہ چوٹ نہ لگ جائے.....پھر ماشاء اللہ.....قد آور اور جسیم بھی تھے.....بہرحال..... میں نے ان کا ہاتھ تھاما اور ہم دونوں حجر اسود کی طرف بڑھے.....میں ذہن ہی ذہن میں.....اردو، عربی تقریریں تیار کررہا تھا کہ مجمع کے قریب پہنچ کر.....یہ کہوں گا.....یوں کہوں گا.....ممکن ہے لوگ اکرام واحترام اور ہمدردی کی وجہ سے کچھ جگہ دے دیں.....مگر وہاں تو عجیب ہوا.....ہم جب مجمع کے قریب پہنچے تو مجمع ہٹنے لگا.....اور میں نے حجر اسود کو بالکل خالی چمکتے دیکھا.....قریب پہنچ کر

وہ روتے ہوئے دیوار سے لپٹ گئے.....اور حجر اسود کے بوسے لینے لگے.....ان کے بعد میں نے تین بوسے آہستگی سے لیے.....اس دوران ایک ہاتھ سے انہیں بھی سہارا دیتا رہا.....ہم دونوں واپس پلٹے.....اور حجر اسود پر پھر دھینگا مشتی شروع ہوگئی.....یقیناً یہ کرامت تھی.....اور ایسا میں نے زندگی میں ایک ہی بار دیکھا ہے.....اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے.....چند سال پہلے وہ انتقال فرما گئے ہیں.....مجھے یاد ہے کہ ایک بار میں ان کی وہیل چیر دوڑاتا ہوا.....حرم شریف کی طرف جارہا تھا.....اس عمل میں بہت مزہ آتا تھا.....اور یہ بھی استاذ محترم کا احسان تھا کہ انہوں نے.....حضرت مولانا محمد ادریس صاحب میرٹھی نور اللہ مرقدہ اور اپنے والد محترم کی حرمین شریفین میں خدمت کا موقع عطاء فرمایا.....اس دن ایک عجیب بات ہوئی.....حضرت حاجی صاحبؒ نے مجھے آواز دیکر فرمایا تھا.....مسعود! تمہیں ''حاسد'' بہت تنگ کریں گے.....بندہ ایک غریب وفقیر طالبعلم تھا.....اس وقت بھی غالباً کُرتے کے چاک پھٹے ہوئے تھے.....لوگ حسد کرتے ہیں.....کسی کے علم پر.....کسی کے مال پر.....کسی کے عہدے پر.....کسی کے حسن پر.....کسی کے مقام پر.....کسی کی مقبولیت پر.....وغیرہ.....میرے پاس نہ مال تھا نہ عہدہ.....علم کیا ہوتا جلالین یا مشکوٰۃ کا طالبعلم تھا.....حسن سے کوئی لینا دینا نہیں تھا.....مقام اور مقبولیت کا بھی کوئی گزر نہیں تھا.....اس لیے میں نے ان کی بات سن تو لی مگر کوئی جواب نہ دیا.....انہوں نے دوبارہ فرمایا.....مسعود! تمہیں حاسد بہت ستائیں گے.....میں نے ادب سے ''جی'' کہا اور خاموش رہا.....وہ بھی میری نااہلی دیکھ کر دوبارہ ذکر اللہ میں گم ہوگئے.....کاش میں ان سے پوچھ لیتا کہ حضرت اس کا علاج کیا ہوگا؟.....یقیناً بہت رہنمائی ملتی کیونکہ.....اس وقت ان کا تعلق کسی اور عالم سے تھا.....چنانچہ بعد میں ان کا فرمان سچ نکلا.....(حالانکہ میں کبھی بھی اس قابل نہیں رہا کہ لوگ مجھ سے حسد کی تکلیف کریں).....اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے.....حضرت مولانا مفتی محمد جمیل خان صاحب شہیدؒ.....ایسے بلند پایہ ولی کے لاڈلے.....اور خدمت گذار بیٹے تھے.....ظاہر بات ہے کہ یہ بھی اللہ تعالیٰ کا ان پر فضل اور احسان تھا.....پہلے بھی عرض کرچکا ہوں کہ.....اللہ تعالیٰ نے میرے محبوب استاذ کے ساتھ ہر معاملے میں خوب سخاوت فرمائی.....افغانستان پر امریکی حملے کے بعد جب بندہ کو گرفتار کرکے ''میانوالی'' جیل بھیجا گیا تو وہاں حضرت استاذ محترمؒ کے والد محترم کی پیش گوئی بہت یاد آئی.....اس وقت حاسدوں کے تیر اڑ اڑ کر میرے قلب وجسم کو زخمی کررہے تھے.....تب میں نے قرآن پاک ختم کرکے انہیں ایصال ثواب کیا.....تاکہ.....خواب میں

زیارت ہوجائے.....اورادھوری بات مکمل ہوجائے..... یہ تمنا تو پوری نہ ہوئی البتہ ایک کتاب میں دیکھا کہ.....جوشخص انتیس دن تک روزانہ.....انتیس بار.....سورہ آل عمران کی آیت ثم انزل علیکم الی آخرہا.....(سورہ آل عمران آیت ۱۵۴) پڑھے تو حاسدوں سے نجات پاتا ہے..... یہ وظیفہ نافع الخلائق نامی کتاب کے صفحہ ۴۹۲ پر مرقوم ہے..... بندہ کو یاد آیا کہ.....مرشدی وسیدی حضرت اقدس مولانا مفتی ولی حسن صاحبؒ بھی یہ آیت پڑھنے کی تاکید فرماتے تھے..... اور اسے بہت زبردست.....اورطاقتور عمل قرار دیتے تھے.....

اللہ تعالیٰ ہمیں حسد کی خوفناک بیماری میں مبتلا ہونے سے.....اور حاسدوں کے حسد کے شر سے محفوظ رکھے.....

www.rangonoor.com

مثالی استاذ

حضرت مولانا مفتی محمد جمیل خان شہیدؒ کچھ عرصہ تک..... ملک کے نامور اور معروف دینی ادارے..... جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوریؒ ٹاؤن میں..... مدرس بھی رہے..... وہ اسی جامعہ کے فاضل تھے اور تادم شہادت اس کے خادم رہے..... حسن اتفاق کہ..... بندہ نے جب جامعہ کے پہلے درجے..... ''درجہ اعدادیہ'' میں داخلہ لیا تو ان ایام میں آپ وہاں استاذ تھے..... اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ عجیب صفت عطا فرمائی تھی کہ..... جس ذمہ داری کو سنبھالتے تھے اسے اپنا مشن بنا لیتے تھے..... اور پھر اپنی جان، مال، وقت اور محنت الغرض سب کچھ اس پر کھپاتے تھے..... دین کا کام..... اگر اخلاص، محنت اور دل کی رغبت کے ساتھ کیا جائے تو اسی عمل کو..... ''احسان''..... کہتے ہیں..... اور اللہ تعالیٰ نے محسنین سے اپنی محبت کا قرآن پاک میں واضح اعلان فرمایا ہے..... **واللہ یحب المحسنین** ..... آج کل ہمارے ہاں یہ مرض عام ہے کہ..... ہر شخص اپنی ذمہ داری کو..... سر کا بوجھ سمجھ کر نباہتا ہے..... اور سرکاری ملازمین کی طرح بے دلی، بے توجہی اور بغیر محنت اپنا کام ''جیسے تیسے'' پورا کرتا ہے..... ہماری ناکامیوں کی ایک بڑی وجہ..... ہماری یہ بری عادت بھی ہے..... کچھ عرصہ پہلے..... ایک اللہ والے بزرگ کے ہاں حاضری ہوئی..... بہت مصروف اور بہت کم گو..... بندہ نے نصیحت کی گذارش کی تو انہوں نے..... یہ جملہ لکھ کر دے دیا..... کامیابی کیلئے اخلاص..... اور مسلسل محنت ضروری ہے..... اس زمانے میں..... جبکہ غالباً ۱۹۸۰ء کا سال تھا..... درجہ اعدادیہ میں اردو، فارسی..... اور حساب کی تعلیم ہوتی تھی..... دینی مضامین میں سیرت الرسول صلی اللہ علیہ وسلم اور تعلیم الاسلام پڑھائی جاتی تھی..... استاذ محترم کے ذمہ معاشرتی علوم کا سبق تھا..... ساتویں جماعت کی معاشرتی علوم کی کتاب..... مگر قارئین حیران ہوں گے کہ انہوں نے..... دن رات ایک کر کے..... درجہ اعدادیہ کے چھوٹے چھوٹے بچوں کے دل و دماغ میں..... دین اور دینداروں کی ایسی محبت بٹھادی..... جو..... سالہا سال کی محنت سے بھی پیدا نہیں ہوتی..... وہ اگر چاہتے تو..... ایک گھنٹے کے پیریڈ کو آسانی سے نمٹا دیتے..... اردو زبان کی اس کتاب کے روزانہ دو چار ورق پڑھا دیتے..... اور یوں سال گزر جاتا..... مگر انہوں نے..... اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیئے گئے دینی خدمات کے اس موقع کا بھرپور فائدہ اٹھایا..... اور اپنے لیے صدقہ

جاریہ کا انبار اکٹھا کرلیا..... اور ایک بڑی کھیتی کے لئے بیج بو دیا..... کاش ہر شخص اسی جذبے اور محنت سے دین کی خدمت کرے تو قحط الرجال کا شکوہ چند سالوں میں ختم ہو جائے..... حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دین کے طالبعلموں کے ساتھ جس سلوک اور رویئے کا حکم دیا ہے..... اس کی ایک جھلک دیکھنی ہو تو صحیح بخاری کی کتاب العلم پڑھ لیجئے..... مگر ہمارا عمل اس بارے میں اصلاح کا محتاج ہے..... اور ہم دین کے طلبہ پر وہ محنت نہیں کرتے جو ان کا حق ہے علمی طور پر حضرت مولانا مفتی جمیل خان شہیدؒ کسی اونچے یا مثالی مقام پر فائز شمار نہیں کیے جاتے تھے..... ان کا شمار نامور علمی شخصیات میں سے بھی نہیں ہوتا تھا مگر..... ان کی تدریس کی ایک جھلک سب علماء کرام کیلئے..... ایک مفید، مثمر..... بلکہ لازمی دعوت عمل ہے..... بندہ نے ان کے طریقہ تدریس پر..... کچھ عرصہ قبل یہ چند الفاظ لکھے تھے.....

آپ ہمیں اردو اور معاشرتی علوم پڑھاتے تھے مگر قارئین کرام حیران ہوں گے کہ انہوں نے صرف ایک سال کے مختصر سے عرصے میں اپنے کم سن طلبہ کے ذہن میں کتنے عظیم دینی کاموں کے بیج بو دیئے (۱) آپ نے طلباء کو کئی مسنون دعائیں اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی مختصر چالیس احادیث زبانی یاد کرادیں۔ یہ بہت عجیب اور خوشگوار بات تھی کہ درجہ اعدادیہ کے بچے عربی زبان میں چالیس حدیثیں فرفر سناتے پھرتے تھے (۲) آپ طلبہ کو نوافل کی طرف رغبت دلاتے تھے اور اپنی موجودگی میں صلوٰۃ التسبیح پڑھاتے تھے اور اس دوران ان کے رکوع، سجود اور قیام کو مسنون طریقے پر درست کراتے رہتے (۳) آپ طلبہ کو مضمون نویسی کی طرف راغب کرتے تھے اور اپنی نگرانی میں ان سے مضامین لکھواتے تھے اس کا طریقہ یہ تھا کہ آپ کسی موضوع پر دلنشین انداز میں مختصر مگر جامع مضمون طلبہ کے سامنے بیان فرمادیتے اور پھر اس مضمون کو اپنے الفاظ میں لکھنے کا حکم دیتے..... پھر آخر میں ان تمام مضامین کی خود تصحیح فرماتے..... دوسرا طریقہ یہ تھا کہ آپ طلبہ کو جامعہ کے مختلف شعبوں میں خود لے جاتے اور طلبہ سے کہتے کہ متعلقہ شعبے کو اچھی طرح دیکھ لیں اور جو کچھ پوچھنا چاہیں شعبے کے مسئول سے پوچھ لیں اور بعد میں اپنے ان مشاہدات اور تاثرات کو قلمبند کرلیں..... تیسرا طریقہ یہ تھا کہ آپ عصر حاضر کے بعض اکابر کی وفات پر ان کی سوانح حیات بیان فرماتے اور پھر طلبہ کو اس پر مضمون لکھنے کی دعوت دیتے..... طلبہ کا قلم سے رشتہ مضبوط کرنے کیلئے آپ ان کی حوصلہ افزائی بھی فرماتے تھے جو بعض اوقات انعامات کی صورت میں ہوتی تھی اور بعض اوقات مضمون کی اشاعت کی صورت میں..... چنانچہ آپ نے بندہ کا ایک مضمون جنگ اخبار

کے رنگین صفحے پر شائع کروایا..... اس وقت بندہ کی عمر بارہ سال تھی..... اس سے آپ استاذ محترم کے انداز تربیت کا خود اندازہ لگا سکتے ہیں..... بارہ سال کے بچے کا مضمون استاذ کی اصلاح، تصحیح اور تعاون کے بغیر کس طرح ایک قومی روزنامے میں شائع ہوسکتا ہے..... (۴) آپ دوران سبق طلبہ کی اخلاقی تربیت فرماتے تھے اور انہیں اس بات سے منع فرماتے کہ وہ ایک دوسرے کو ''تو'' کہہ کر پکاریں..... اس کے ساتھ آپ ان میں نیکیوں کی طرف رغبت اور گناہوں سے نفرت کا جذبہ بھی پیدا کرنے کی کوشش کرتے تھے..... (۵) آپ طلبہ کے سامنے اہل حق کے اسلاف واکابر کا ایسا دلنشین تعارف پیش کرتے جوان کے نرم دلوں میں اسلاف سے محبت کا بیج بو دیتا تھا''.....

استاذ محترم نے ہمیں ایک سال پڑھایا..... اور پھر ان کی تدریسی صلاحیتوں کا رخ..... اقراء روضۃ الاطفال کے تاریخ ساز کارنامے کی طرف ..... ہوگیا..... ہم لوگ زندگی کے ہر مرحلے میں..... ان کے ایک سالہ تدریسی انوارات کی لذت محسوس کرتے رہے..... انہوں نے جامعہ میں تدریس چھوڑ دی..... اور کراچی کے سیکولر ماحول پر..... قرآنی انقلاب کا ایسا تریاق چھڑکا کہ..... پوری فضاء ہی بدل گئی..... اس ادارے کی مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ..... داخلہ کی ویٹنگ لسٹ میں کئی کئی سو نام ہوتے تھے..... اور کئی لوگ بچے کے پیدا ہونے سے کچھ پہلے ہی اس کا نام لکھوا جاتے تا کہ..... وقت پر اس کے داخلے کا نمبر آجائے..... یہ کوئی معمولی کام نہیں تھا..... میں نے اسے ''انقلاب'' کا نام دیا ہے..... کیونکہ اس زمانے میں..... کراچی کا مالدار طبقہ..... اپنے بچوں کو مدارس کی طرف بہت کم بھیجتا تھا..... جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن جیسے شہرہ آفاق ادارے میں..... کراچی شہر کے صرف چند طالبعلم ہوا کرتے تھے..... مگر پھر وہ دور آیا کہ..... لوگ اپنی گاڑیوں پر..... اقراء روضۃ الاطفال کی شاخوں کا چکر کاٹتے تھے..... اور داخلے کے لئے سفارشیں کرواتے پھرتے تھے..... اس خاموش اور بھرپور انقلاب نے..... کراچی کی فضا ایسی بدلی کہ اب..... وہاں کے دینی مدارس میں کراچی شہر کے طلبہ کی تعداد..... ہزاروں تک جا پہنچی ہے..... حضرت استاذ محترم..... اس پاکیزہ..... قرآنی انقلاب کے بانی تھے..... اللہ تعالیٰ کے ہر کام میں حکمت ہے..... غالباً بنوری ٹاؤن کی تدریس چھڑوانے میں بھی..... بہت بڑی حکمت تھی..... اللہ تعالیٰ آخرت کی بہت اونچی عزت اس شخص کا مقدر بنائے جو اپنی زندگی میں..... دین، قرآن، مدرسہ، علماء..... اور جہاد کی عزت کا ذریعہ بنا رہا..... آمین یارب الشہداء والمجاہدین..... یاارحم الراحمین۔

آہ وزاری کا عجب انداز

اللہ تبارک وتعالی کے حضور..... بلکنے، تڑپنے اور گڑگڑانے والے.....خوبصورت بندے کی اس ادا پر بات کرنے سے پہلے آقا مدنی ﷺ کی چند احادیث پڑھتے ہیں:

(۱)۔عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ ما من عبد مومن یخرج من عینیہ دموع و ان کان مثل راس الذباب من خشیۃ اللہ ثم یصیب من حر وجھہ الا حرمہ اللہ علی النار (رواہ ابن ماجہ)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس مومن بندے کی آنکھوں سے کچھ آنسو نکلیں اللہ تعالیٰ کے خوف سے اگر چہ وہ آنسو مکھی کے برابر ہی کیوں نہ ہوں۔ پھر وہ آنسو اس کے چہرے پر (بہہ کر) پہنچ جائیں۔ تو اللہ تعالیٰ اس چہرہ کو جہنم کی آگ پر حرام فرمادیتا ہے۔

یہ پہلی حدیث ہم سب یاد رکھیں.....اس میں آنسوؤں کا تذکرہ ہے

(۲)۔عن العباس رفعہ اذا اقشعر جلد العبد من خشیۃِ اللہ تحاتت عنہ خطا یاہ کما تحات عن الشجرۃ البالیۃ و رقھا (رواہ البزاز)

ترجمہ: حضرت عباس رضی اللہ تعالی رسول اللہ ﷺ سے روایت فرماتے ہیں کہ جب اللہ کے خوف سے کسی بندے کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں تو اس وقت اس کے گناہ ایسے جھڑتے ہیں جیسے سوکھے درخت کے پتے جھڑتے ہیں۔

اس حدیث مبارک میں ..... داخلی خشیت کے ظاہری اثرات کا بیان ہے..... رونگٹے کھڑے ہونا.....کانپنا.....آواز کا لڑکھڑانا اور جسم پر آثار خوف کا طاری ہونا۔

(۳)۔عن ابن عمر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ من فتح لہ منکم باب الدعا فتحت لہ ابواب الرحمۃ (رواہ الترمذی)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ

جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا..... جس کے لئے دعا کا دروازہ کھل گیا اس کے لئے رحمت کے دروازے کھل گئے۔

اس مبارک حدیث سے معلوم ہوا کہ..... جس خوش نصیب پہ اللہ تبارک تعالیٰ اپنی خاص رحمت کا دروازہ کھولتے ہیں تو..... اس کی علامت یہ ہوتی ہے کہ..... اس کے لئے دعا کے دروازے کھول دیتے ہیں..... ایک اور روایت میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دعا سے زیادہ معزز اور کوئی چیز نہیں ہے (ترمذی) جبکہ کئی روایات میں دعا کو ہی اصل عبادت اور عبادت کا مغز قرار دیا گیا ہے..... امام غزالیؒ ارشاد فرماتے ہیں:

یادرہے کہ رو رو کر اور گڑگڑا کر دعا مانگنا من جملہ قربات کے ہے (کیمیائے سعادت)

یعنی یہ عمل اللہ تعالیٰ کے قریب پہنچاتا ہے..... اور اس سے اللہ تعالیٰ کا قرب نصیب ہوتا ہے..... پھر امام صاحبؒ نے احیاء العلوم میں دعا کے دس اور کیمیائے سعادت میں آٹھ آداب ذکر فرمائے ہیں۔ ان آداب سے ایک یہ بھی کہ:

دعا خضوع وخشوع سے اور گریہ وزاری کے ساتھ کرے۔ حضور قلب سے کرے اور اس دعا کو بار بار دہرائے۔ (کیمیائے سعادت)

ان تمام حقائق کو سامنے رکھ کر..... ہم اگر..... حضرت استاذ محترم کے اونچے روحانی مقام کا اندازہ لگانا چاہیں تو..... وہ اس قدر بلندی پر نظر آتے ہیں کہ دیکھتے ہوئے ٹوپی گر جاتی ہے..... حالانکہ ظاہری طور پر..... ہم نے روحانیت اور بزرگی کے جو ''معیارات'' قائم کئے ہوئے ہیں..... ان کے مطابق تو استاذ محترم کا روحانیت اور بزرگی سے دور کا تعلق بھی نہیں بنتا۔

آپ ماشاءاللہ..... خوب خوش گفتار..... اور خوش مزاج تھے..... ہنستے بھی تھے اور ہنساتے بھی..... پہلے انہیں موٹر سائیکل چلاتے دیکھا تو..... اس قدر تیز کہ دیکھنے سے چکر آتے..... پھر یہی حال گاڑی بھگانے کا بھی تھا..... کراچی کی سڑکیں ہوں یا افغانستان کے پہاڑ..... وہ بہت زندہ دلی سے گاڑی دوڑاتے تھے..... بلکہ اگر ڈرائیور آہستہ چلاتا تو بعض اوقات اکتا جاتے اور اس سے گاڑی لے کر..... اسے ہوا کے سپرد کر دیتے..... خود بھی ماشاءاللہ بہت تیز چلتے تھے..... عجیب محبوبانہ..... اور مردانہ انداز تھا..... چلتے ہوئے کندھا اچکاتے تو..... دیکھنے والے..... فتبارک اللہ احسن الخالقین کہنے کے مستحق بنتے..... ان کے کسی بھی قول یا فعل سے..... علمی، دینی یا روحانی بڑائی کا ذرہ برابر..... اظہار نہیں ہوتا تھا..... بہت بے تکلف تھے۔ اور بھاگتے

دوڑتے.....اپنی عبادات پوری کرتے تھے.....اب ایسے آدمی کو کون بزرگ مانے گا؟.....مگر جب استاذ محترم.....دعا کے لئے ہاتھ اٹھاتے تو عجیب کیفیت طاری ہوجاتی تھی.....ایسی کیفیت بہت کم دیکھنے میں ملتی ہے.....اور وہ تو ویسے ہی بے تکلفی کے پردے میں چھپے ہوئے تھے..... میدان عرفات میں انہیں جس نے بھی.....روتے، بلکتے اور گڑگڑاتے دیکھا.....وہ حیران رہ گیا کہ.....دعا اس طرح بھی ہوتی ہے.....اللہ تعالیٰ سے اس طرح بھی ہمکلامی کی جاتی ہے؟..... معافی مانگنے کا عجیب انداز تھا.....دل کا خون.....آنکھوں کے آنسو.....اور التجاؤں کا دامن..... اس طرح بلک بلک کر.....بار بار معافی مانگتے کہ.....شیطان اور گناہ دونوں سر میں خاک ڈال کر بھاگ جاتے ہوں گے.....ہم نے ابھی جو احادیث اور آداب پڑھے ہیں.....ان سب کی عملی صورت.....ان کی دعا میں نظر آتی تھی.....عرفات کے علاوہ بھی عجیب حال تھا.....وہ بے تکلفی سے باتیں کر رہے ہوتے تھے.....ہنس رہے ہوتے تھے.....اچانک دعا کی گزارش کی جاتی تو رنگ بدل جاتا.....ہاتھ اٹھاتے تو سفید چہرہ.....قندہاری انار کی طرح سرخ.....اور آنکھوں کے ڈورے لال ہوجاتے.....حمد سے دعا کا آغاز کرتے تو آواز میں آنسو چھلکنے لگے.....درود شریف پڑھتے تو دل کے تار ہل جاتے.....اور پھر ہر چیز مانگتے تھے.....اونچی بھی نیچی بھی.....خاص بھی .....اور عام بھی.....دعا کے الفاظ میں التجا کے ساتھ بلا کا ادب ہوتا تھا.....ان کی دعا سے یقین ہوتا تھا کہ.....سب کچھ بس ایک ہی دربار سے ملتا ہے.....پھر ہر چیز کیوں نہ مانگی جائے؟.....چنانچہ .....اللہ پاک نے ان پر کرم کیا کہ.....بس انہیں اپنا ہی رکھا.....اور کسی کا محتاج نہیں ہونے دیا..... اور ان کو ایک پوری سلطنت کا بے تاج.....بادشاہ بنا دیا.....ایسا بادشاہ.....جس کو بس اتنا پتا تھا کہ میں.....رب کا فقیر.....اس کے دین کا خدمت گار.....اور اس کے بندوں کا خادم ہوں.....استاذ محترم سے بہت سارے لوگوں نے دعا مانگنے کا طریقہ سیکھا.....اللہ پاک ہم سب کو دل کا اخلاص.....اور ادب اور سلیقے والی دعا عطا فرمائے اور بس اپنے ہی دربار کا بھکاری رکھے.....

حسن خَلق اور حسن خُلق

اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو دو چیزیں عطا فرمائی ہیں (۱) جسم (۲) روح۔ پھر ان دونوں میں سے ہر ایک کے دو دو پہلو ہیں ایک برائی کا اور دوسرا اچھائی کا.....جسم کی اچھائی کو حسن خَلق کہتے ہیں.....اور روح کی اچھائی کو حسن خُلق کہتے ہیں.....حضور پاک ﷺ یہ دعا فرمایا کرتے تھے:

اَللّٰھُمَّ حَسَّنْتَ خَلْقِی فَحَسِّنْ خُلُقِی

اے پروردگار جس طرح آپ نے مجھے جسم کی خوبی، خوبصورتی اور اچھائی عطا فرمائی ہے اس طرح میری روح کو بھی خوبصورتی اور اچھائی عطا فرمایئے.....یعنی مجھے ''اچھے اخلاق'' سے مزین فرمایئے.....

کستانیؒ فرماتے ہیں کہ تصوف اچھے اخلاق کا دوسرا نام ہے اور جو شخص تجھ سے زیادہ خوش خلق ہے وہ یقیناً تجھ سے زیادہ صاحب تصوف ہے (کیمیائے سعادت)

امام غزالیؒ.....تحریر فرماتے ہیں:

حضرت انسؓ آپ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ بعض لوگ عبادت میں کمزور ہوتے ہیں مگر اپنے حسن اخلاق کے اعتبار سے آخرت میں شرف منازل اور بڑے بڑے درجات پائیں گے (احیاء العلوم)

یحییٰ بن معاذؒ کا قول ہے کہ بداخلاقی ایک ایسا گناہ ہے کہ اس کی موجودگی میں کوئی بھی عبادت فائدہ نہیں دیتی۔ اور خوش خلقی ایک ایسی عبادت ہے کہ کوئی گناہ اس کو نقصان نہیں پہنچا سکتا.....(کیمیائے سعادت)

امام غزالیؒ کی تقریر سے معلوم ہوتا ہے کہ.....خوش خلقی کے لئے ضروری ہے کہ انسان میں چار قوتیں.....اچھی صورت اور متناسب انداز میں پائی جائیں.....

(۱) قوت علم.....یعنی دانائی (۲) قوت خشم.....یعنی غضب (۳) قوت شہوت (۴) قوت

عدل.....یعنی اعتدال

اگر کسی میں یہ چار قوتیں نہ ہوں تو اس کے اخلاق کامل اور مکمل نہیں ہو سکتے.....اور جس میں یہ چاروں موجود ہوں مگر اچھائی کے ساتھ نہ ہو تو بھی.....اسے حسن اخلاق کا حامل نہیں کہا جائے گا۔

یہ موضوع بہت طویل ہے.....اسے مختصر کرتے ہوئے عرض ہے کہ..... بندہ حضرت استاذ محترم کے اخلاق حسنہ سے بہت متاثر ہوا اور میری طرح دوسرے بے شمار لوگ بھی.....ان کے ''اخلاق عالیہ وحسنہ'' کے گرویدہ تھے.....اللہ پاک نے مجھے سفر وحضر.....اور تنگی وکشادگی میں حضرت استاذ محترم کے ''اخلاق حسنہ'' کا مشاہدہ کرنے کی توفیق عطاء فرمائی.....اور ہر موقعہ پر ان کے ''اخلاق حسنہ'' دیکھ کر دل جھوم اٹھا.....فتبارک اللہ احسن الخالقین .....گویا کہ آپ حسن خَلق .....اور حسن خُلق دونوں کے جامع تھے.....اللہ نے آپ کو قوت علم .....یعنی دانائی اور عقلمندی سے نوازا جو آپ کے قول وفعل .....اور گفتار وکردار سے ٹپکتی تھی.....عقائد واعمال میں آپ نے ہمیشہ ''اہل حق'' کی اتباع کی.....اور یہی سب سے بڑی دلیل ہے آپ کے علم اور دانائی کی.....

اس طرح اللہ پاک نے آپ کو قوت خشم.....یعنی غصے اور غضب کی قوت بھی عطا فرمائی اور اس قوت کی یہ خوبی تھی کہ آپ کا غصہ اور غضب شریعت کے تابع رہا.....یہی مبارک قوت انسان میں ''دینی غیرت'' پیدا کرتی ہے.....اور الحمد اللہ یہ دینی غیرت آپ میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی.....آپ خوف، ڈر اور بزدلی سے بہت دور حق کے ہر میدان میں کودتے تھے اور جب کسی بات کو حق سمجھتے تھے تو اس کی خاطر کسی قربانی سے دریغ نہیں کرتے تھے۔آپ کی قوت خشم کا کمال .....آپ کی جہاد سے محبت میں ظاہر ہوا.....آپ نے خود محاذوں پر جا کر جہاد میں حصہ لیا..... دشمنوں کی بمباری.....اور گولہ باری کے درمیان مسکرا کر پیش قدمی کی.....اور سخت سے سخت حالات میں بھی..... جہاد اور مجاہدین کے ساتھ تعاون کو نظر انداز نہ کیا.....حضرت استاذ محترم کی جہادی زندگی پر انشاء اللہ کچھ آگے چل کر..... چند باتیں عرض کی جائیں گی.....

اللہ پاک نے آپ کو خواہشات کی جو قوت عطا فرمائی تھی .....دوست اور دشمن سب گواہ ہیں کہ یہ قوت .....حلال تک محدود .....اور شریعت کے تابع رہی.....انسان میں اس قوت کا موجود ہونا.....اور پھر اس کا شریعت کے تابع رہنا.....انسانیت کا کمال ہے۔اہل علم اور اہل دین اس بات کو سمجھتے ہیں.....اس لئے ان کے لئے انبیاء علیہم السلام کے خانگی حالات کسی شبہے یا

اشکال کا ذریعہ نہیں بنتے..... باقی وہ لوگ جو شہوت یا خواہش کا نام سنتے ہی کانوں کو ہاتھ لگانے لگتے ہیں..... وہ علمی اور عملی نفاق اور نادانی میں مبتلا ہوتے ہیں..... اور انہیں معلوم ہی نہیں ہوتا کہ تقویٰ کیا ہے؟ میں نے ایک صاحب کو دیکھا..... فریضہ نماز تک کے تارک اور دین کے ظاہری و باطنی اعمال سے بہت دور تھے..... اللہ تعالیٰ ہمیں اور انہیں ہدایت عطا فرمائے..... وہ ایک نمازی ' دیندار اور متقی شخص کی اس بات پر مذمت کر رہے تھے کہ اس نے دوسری شادی کیوں کر لی.....

پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت استاذ محترم کو قوت عدل بھی عطاء فرمائی تھی..... یعنی اعتدال کی قوت..... اور یہی اعتدال کی قوت پہلی تین قوتوں کو شریعت کے تابع رکھتی ہے..... اور انسان کو ''متوازن'' بناتی ہے..... اندھی دوستی اور اندھی دشمنی کسی کام کی نہیں ہوتی..... روز روز رنگ اور چولے بدلنا اہل عقل..... اور اہل دین کا کام نہیں..... دوستی میں اتنا آگے بڑھ جانا کہ شریعت پیچھے رہ جائے..... اور پھر جب دشمنی ہو تو پچھلی دوستی کے ہر نشان کو برباد کر دینا..... یہ اخلاق کے منافی ہے..... اللہ تعالیٰ نے استاذ محترم کو اس بارے میں عجیب وسعت اور تحمل عطا فرمایا تھا..... یقیناً ان کی یہ صفت بہت اونچی..... اور معیاری تھی..... ان کا دروازہ ہر ایک کے لئے کھلا تھا..... ان تک پہنچنا آسان..... اور ان سے فائدہ اٹھانا ''ممکن'' تھا..... وہ مختلف طبقات اور ذہنوں کے درمیان ''پل'' کا کام دیتے تھے..... ہر کوئی ان کے سامنے دل کی بات کہہ سکتا تھا..... اور ..... بے غرض اور مفید مشورہ پاتا تھا..... لوگ بے دھڑک انہیں اپنی ذاتی ..... اور اجتماعی ضروریات اور حاجتیں بتاتے تھے..... اور وہ بے دھڑک انہیں پورا کرنے کی کوشش میں دوڑ دھوپ شروع کر دیتے تھے..... ان کے ''اخلاق حسنہ'' ہی تھے کہ علماء سے لے کر طلبہ تک..... خواص سے لے کر عوام تک..... مجاہدین سے لے کر سیاستدانوں تک..... اپنوں سے لے کر غیروں تک..... حاجیوں سے لے کر صحافیوں تک..... ہر کوئی ان کی کمی محسوس کر رہا ہے..... اور دور اور قریب کے بے شمار لوگ ان کے جانے کو..... اپنا ذاتی نقصان سمجھ رہے ہیں..... یا اللہ ہمیں بھی ''اخلاق حسنہ'' کی نعمت نصیب فرما.....

عاشق الحرمین

حج بہت اونچی، شاندار.....اور عاشقانہ عبادت ہے.....ایک اچھے، سچے اور مسلمان دل کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ.....اس میں حرمین شریفین کی حاضری کا شوق مچلتا رہے.....اور ہر آن بڑھتا رہے.....حضرت استاذ محترم بار بار حرمین کی طرف یوں بڑھتے تھے جس طرح معصوم بچہ بار بار ماں کے سینے سے لپٹتا ہے.....تھوڑا سا ہٹتا ہے اور پھر بے قراری کے ساتھ لپکتا ہے میں نے انہیں جب سے دیکھا اسی حال میں دیکھا کہ.....بس حرمین شریفین جا رہے ہیں اور آ رہے ہیں.....ان کے اس سچے عشق نے ان کے گرد حرمین کے عاشقوں کا ہجوم بنا دیا.....اور ان کی شہادت تک یہ ہجوم بڑھتا ہی رہا.....اس سال جب حج کے دن آئے تو میں یہی سوچ رہا تھا کہ.....ان کی کمی کا غم ان ایام میں بہت شدت سے محسوس کیا جا رہا ہوگا.....وہ تو کعبہ شریف کے پیارے تھے اس لئے بار بار..... بلائے جاتے تھے.....کعبہ کے ساتھ یہ محبت انشاء اللہ بہت دور تک جائے گی.....امام غزالیؒ لکھتے ہیں:

اور قیامت کے دن خانہ کعبہ کو دلہن کی طرح آراستہ کیا جائے گا اور باقاعدہ اس کی جلوہ آرائی ہوگی اور جس جس نے حج کیا ہوگا وہ اس کے گرد طواف کریں گے.....اور اس کے پردوں کو ہاتھ لگائیں گے..... یہاں تک کہ کعبہ شریف کو جنت میں لے جایا جائے گا اور اس کے ساتھ ہی تمام حجاج بھی جنت میں داخل ہو جائیں گے.....(کیمیائے سعادت)

طالب علمی کے زمانہ میں ایک بار اپنے شیخ حضرت مفتی ولی حسن صاحب ٹونکی نور اللہ مرقدہ کو دیکھا آپ کسی سے حج کے بارے میں باتیں فرما رہے تھے.....اور پوچھ رہے تھے کہ.....آپ کا سفر حج جمیلیات سے ہوگا..... یا کسی اور ذریعہ سے؟..... یہ جملہ سن کر معلوم ہوا کہ حضرت مفتی محمد جمیل خان صاحب لوگوں کے لئے سفر حج کا انتظام فرمانے میں اس قدر معروف ہیں کہ..... حضرت مفتی صاحبؒ نے ''جمیلیات'' کی اصطلاح مقرر فرما دی.....کچھ دن بعد بندہ نے بھی اس

جملے کا مزہ اٹھایا.....اور چند سالوں تک ''جمیلی قافلے'' میں ٹاٹ کا پیوند بنا رہا.....حضرت استاذ محترم کے عشق حرمین کی داستان بہت طویل اور دلگداز ہے.....اور مجھے یقین ہے کہ سالہا سال سے ان کے ہمرکاب حرمین شریفین کا سفر کرنے والے حضرات اس موضوع پر دل کھول کر لکھیں گے.....''عاشق الحرمین'' کی داستان لکھنا اس لئے بھی ضروری ہے تاکہ مسلمانوں میں حج اور عمرے کا جذبہ اور شوق.....اور حرمین کی محبت زیادہ ہو.....خود حضور پاک ﷺ نے حج' عمرہ کے لئے بار بار جانے کی ترغیب دی ہے۔

آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

تابعوا بین الحج و العمرة فانهما ینفیان الفقر و الذنوب کما ینفی الکیر خبث الحدید و الذهب الفضة و لیس للحجة المبرورة ثواب الا الجنة

(ترمذی باب ماجاء فی ثواب الحج والعمرة)

ترجمہ: حج اور عمرے پے در پے کیا کرو کیونکہ یہ دونوں فقر اور گناہوں کو اس طرح ختم کر دیتے ہیں جیسے بھٹی لوہے' سونے اور چاندی کے میل کو ختم کر دیتی ہے اور حج مقبول کا بدلہ صرف جنت ہی ہے۔

حج کے فضائل پر احادیث تو بہت زیادہ ہیں ان میں سے صرف اس حدیث کو خاص طور پر ذکر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ.....بعض حضرات کو بار بار حج عمرے کے لئے جانے والوں پر اشکال ہوتا ہے.....اور وہ مختلف دینی کاموں کی ضرورت بتا کر اس پر اعتراض کرتے ہیں.....حالانکہ .....حج بیت اللہ سے تمام دینی کاموں کو تقویت ملتی ہے.....اور دین کا کام کرنے والوں کے لئے اس سے بہتر اور کوئی راستہ نہیں ہے کہ وہ اپنے ''مرکز'' سے منسلک رہیں اور اس کے ساتھ اپنے تعلق کو مضبوط بنائیں.....مشہور محدث وفقیہ حضرات عبداللہ بن مبارکؒ کا سالہا سال تک یہ عمل رہا کہ ایک سال حج کے لئے .....اور ایک سال جہاد کے لئے تشریف لے جاتے تھے.....اسلاف امت کا بار بار حج کے لئے جانا حالانکہ ان پر تعلیم' جہاد.....اور تبلیغ کی بھاری ذمہ داریاں عائد تھیں.....اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ.....حج بیت اللہ تمام دینی کاموں کی تقویت کا باعث ہے.....اسی لئے تو حضرات انبیاء علیہم السلام نے بھی بار بار کعبہ شریف کا رخ کیا .....اور بار بار یہاں کی حاضری سے مشرف ہوئے.....علامہ منذریؒ لکھتے ہیں:

عن ابن عباس رضی الله عنهما عن النبی ﷺ قال: ان آدم علیه السلام

اتی البیت الف اتیة لم یرکب قط فیھن من الھند علی رجلیه (رواہ ابن خزیمہ فی صحیحہ ایضا۔ الترغیب والترھیب صفحہ ۱۰۷ ج ۲)

حضرت آدم علیہ السلام ایک ہزار بیت اللہ تشریف لائے اور ان تمام اسفار میں آپ ہند سے پیدل چل کر پہنچے اور سوار نہیں ہوئے۔

استاذ محترم حضرت مولانا محمد ادریس صاحب میرٹھی نور اللہ مرقدہ فرماتے تھے کہ..... حج اسباب سے نہیں شوق سے ہوتا ہے..... بس دل میں سچا شوق پیدا کرو..... اللہ پاک اسباب خود عطا فرما دے گا..... معصیت اور مصیبت کے اس دور میں تو بار بار کعبہ شریف پر اور مواجہ شریف حاضری کی ضرورت اور افادیت اور بڑھ گئی ہے..... کیونکہ..... وہ بخشش اور پاکی کی جگہ ہے .....اور میدان عرفات میں تو ایسی بخشش ہوتی ہے کہ امام غزالیؒ یہ روایت نقل فرماتے ہیں:

''کوئی گناہ اس سے بڑھ کر نہیں کہ کوئی شخص عرفات میں کھڑا ہو اور یہ خیال کر رہا ہو کہ اس کی بخشش نہیں ہوئی''..... (کیمیائے سعادت)

اللہ پاک ہم سب کو..... بار بار حرمین شریفین کی مقبول حاضری نصیب فرمائے..... اور حج و عمرہ کو برباد کرنے والے دونوں گناہوں' ریاکاری اور رزق حرام سے ہم سب کی حفاظت فرمائے ..... حضرت استاذ محترم کے تمام اسفار حرمین شریفین کو قبول فرمائے ..... اور آپ نے ''حجاج کرام'' کی جس طرح ''مثالی خدمت'' فرمائی ہے..... اسے آپ کے لئے قبر اور آخرت کی راحت اور خوشی کا ذریعہ بنائے..... اور آپ کے قائم فرمودہ ''حج قافلے'' کو مزید ترقی اور قبولیت کے ساتھ جاری وساری رکھے..... آمین یا رب البیت العتیق

ناشتہ کی دعوت

حضرت امام بخاری نے اپنی کتاب 'الادب المفرد' میں حضرت خوّات بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں:

نوم اول النهار خرق و اوسطه خلق و آخره حمق (صحیح الاسناد۔الادب المفرد ۳۳۲)

دن کے پہلے حصے میں سونا جہالت ہے اور درمیانی حصے میں سونا پسندیدہ ہے اور آخری حصے میں نیند کرنا حماقت ہے.....

دین کا کام کرنے والے بہت سارے لوگ.....صبح سونے کے عادی بن چکے ہیں حالانکہ سورج نکلنے سے پہلے سونا تو ویسے ہی شرعاً مکروہ ہے.....جبکہ سورج نکلنے کے بعد دن کے پہلے حصے میں سونا بھی جہالت قرار دیا گیا ہے (مخصوص حالات میں اس کی اجازت ہے) بہت سارے لوگوں کی صحت اسی عمل کی وجہ سے برباد ہوگئی ہے اور وہ سستی اور بیماری کی ''بوریاں'' بن کر رہ گئے ہیں۔ہم نے شروع سے استاذ محترم کو اس بری عادت سے محفوظ پایا.....آپ صبح اٹھتے ہی اپنے کام کا آغاز کر دیتے تھے.....اور عجیب بات یہ دیکھی کہ اکثر اپنے مہمانوں کو ناشتے کی دعوت دیتے تھے.....بندہ کو کئی بار ان کے ہاں ناشتے کی دعوت کھانے کا اتفاق ہوا.....اکثر جب کوئی اہم مہمان کراچی تشریف لاتے اور ہم استاذ محترم سے فون پر عرض کرتے کہ انہوں نے آپ سے ملنا ہے تو فوراً فرماتے.....صبح ناشتے پر آجائیں.....غالباً استاذ محترم کی خواہش تھی کہ ان کی طرح.....ان کے شاگرد، دوست احباب اور تمام مسلمان صبح کے وقت کی برکتیں حاصل کریں.....اور اپنی زندگی کے اس قیمتی وقت کو بستر اور سستی میں دفن نہ کریں چونکہ یہ کوئی ایسا تاکیدی شرعی مسئلہ نہیں ہے کہ کسی پر سختی کی جائے.....اس لئے.....اس سے روکنے کا بہترین طریقہ.....ناشتے کی دعوت ہے.....اللہ تعالیٰ ہم سب کی صبح سونے کی عادت سے حفاظت فرمائے.....لغت کی مشہور کتاب مصباح اللغات میں مرقوم ہے:

نومة الخرق : چاشت کے وقت کی نیند اس کو نومۃ الخرق اس وجہ سے کہتے ہیں کہ اس وقت سونے سے غباوت (کند ذہنی، کم عقلی) بڑھتی ہے (مصباح اللغات صفحہ ۱۹۹)

علامہ کیرانویؒ لکھتے ہیں:

نومة الخرق : چاشت کے وقت کی نیند کیونکہ اس وقت سونا بے وقوفی کی علامت ہے (القاموس الوحید صفحہ ۴۳۱)

www.rangonoor.com

خدمت

خدمت ایک عجیب عمل ہے.....اس عمل کی بدولت بہت سارے خوش قسمت انسان وہاں تک جا پہنچتے ہیں جہاں تک عابد اپنی عبادت سے نہیں پہنچ سکتا.....خدمت دراصل خود ایک مخفی عبادت ہے..... کیونکہ جو اسے اللہ پاک کا پسندیدہ کام سمجھ کر کرتا ہے تو وہ عبادت ہی کرتا ہے.....پھر خدمت ایک ایسی عبادت ہے جو کئی عبادات کی جامع ہے.....اللہ کا حکم پورا کرنا..... اس کی مخلوق کو راحت پہنچانا.....اللہ کے بندوں کی حاجات پوری کرنا.....خود کو تھکانا.....اور تواضع کا بہترین راستہ اختیار کرنا.....اور بہت کچھ.....اور خدمت میں سب سے اونچا فائدہ یہ ہے کہ.....خدمت کا اپنا اجر تو ملتا ہی ہے اس سے بڑھ کر یہ کہ مخدوم کے اجر میں بھی شمولیت ہو جاتی ہے.....اس اعتبار سے ''مخدوم'' جتنے اونچے عمل والا ہوگا تو اس کی خدمت کا اجر بھی اتنا اونچا ہوگا.....اور خادم اس کے اجر میں شریک ہو جائے گا.....مثال کے طور پر ''جہاد'' ایک اونچا عمل ہے.....اور مجاہد اونچے عمل والا.....اب جو شخص دوران جہاد.....اپنے مجاہد ساتھیوں کی خدمت کرتا ہے تو اسے اپنے جہاد کا اجر الگ ملتا ہے اور وہ اپنے مجاہد ساتھیوں کے اجر میں بھی حصہ دار بن جاتا ہے۔ چنانچہ.....کئی احادیث وروایات میں..... جہاد کے دوران اپنے رفقاء کی خدمت کے ایمان افروز.....اور حیرت انگیز فضائل بیان کئے گئے ہیں.....اس لئے صحابہ کرام اور اکابر امت میں سے ایسے مجاہد حضرات گزرے ہیں جو جہاد میں نکلتے وقت اپنے رفقاء کرام سے یہ وعدہ لے لیا کرتے تھے کہ میں سب کی خدمت کروں گا.....یونس سہاکؒ فرماتے ہیں کہ ہمارے ساتھ ایک بوڑھے بزرگ تھے ہم جب جہاد میں نکلتے تو وہ یہ شرط عائد کر دیتے کہ میں سب کی خدمت کروں گا پھر جب اپنا سر یا کپڑے دھونے لگتے تو فرماتے کہ یہ بھی میں خود کروں گا کیونکہ یہ بھی شرط کا حصہ ہے۔ جب ان کا انتقال ہوا تو غسل وغیرہ دینے میں میں بھی شریک تھا میں نے دیکھا کہ ان کے دائیں ہاتھ پر گوشت اور کھال کے درمیان ''جنتی'' لکھا ہوا ہے (فضائل جہاد صفحہ ۲۰۷)

بہرحال ''خدمت'' ایک بہت بڑی سعادت ہے اللہ پاک اپنے جس بندے کو بہت نوازنا چاہتے

ہیں اس کو اپنے اخلاق میں رنگ دیتے ہیں..... اسی کو ''تخلّق با خلاق اللہ'' کہا جاتا ہے..... پس جس بندے کو یہ نعمت نصیب ہوتی ہے اس کے دل میں رحمت اور خدمت کا جذبہ پیدا ہو جاتا ہے..... اللہ پاک رحمٰن بھی ہے اور رحیم بھی..... غفار بھی ہے اور رزاق بھی..... قیوم بھی ہے اور منان بھی..... اور جو اس کے خاص بندے ہوتے ہیں ان میں بھی ان مبارک صفات کی جھلک آ جاتی ہے..... پھر یہ بھی سمجھنے کی بات ہے کہ ''خدمت'' کوئی آسان کام نہیں ہے..... یہ اسی کو نصیب ہوتی ہے جو خود کو ''مٹانا'' اور اپنی خواہشات کو ''بھلانا'' جانتا ہو..... کیا خیال ہے خود کو ''مٹانا'' اور اپنے تقاضوں کو ''بھلانا'' آسان ہے؟ ہرگز نہیں..... اسی لئے تو ''خدمت'' کے مبارک میدان میں اترنے والے اکثر لوگ بہت جلد اُکتا جاتے ہیں..... تنگ آ جاتے ہیں..... اور گھبرا کر ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں..... ایسی بے شمار مثالیں ہم اپنے اندر..... اور ارد گرد دیکھ سکتے ہیں..... پھر خدمت کو اس کے آداب کے ساتھ اس طرح بجالانا کہ ''مخدوم'' کو راحت ہی پہنچے یہ بھی ایک مشکل کام ہے اور اسے صرف وہی نبھا سکتا ہے جس کا نفس اللہ پاک کی خاطر ''ناگوار'' باتوں کو خوشی سے برداشت کر سکتا ہو..... پھر اپنی خدمت اللہ پاک کے لئے خالص رکھنا اور اس کے بدلے کسی دنیوی صلے کا طلب گار نہ ہونا..... یہ سب سے مشکل مرحلہ ہے۔ بہت سارے لوگ کچھ نہ کچھ ''خدمت'' کر لیتے ہیں مگر وہ اس کا صلہ اسی جہان فانی میں فوراً اور نقد انقد چاہتے ہیں اور جب مطلوبہ صلہ نہیں ملتا تو اپنی خدمت اور زمانے کی بے وفائی کا رونا روتے رہتے ہیں اور جن کی خدمت کی ان کو بھی ایذاء پہنچاتے ہیں..... خلاصہ یہ ہوا کہ خدمت ایک اونچا عمل ہے اور بیش بہا سعادت ہے مگر یہ بے انتہا مشکل کام بھی ہے..... سچی بات یہ ہے کہ ''خدمت'' کا اہم اور نازک موضوع ہمیں سمجھ ہی نہ آتا اگر ہم شہید راہ وفا حضرت مولانا مفتی محمد جمیل خان شہیدؒ کی والہانہ مخلصانہ خدمت کے عجیب مناظر نہ دیکھ لیتے..... خدمت کے ''معاملہ'' میں اللہ پاک نے انہیں ایک ''منفرد'' مقام دیا تھا حالانکہ..... ان جیسے لوگ خدمت کرتے نہیں کرواتے ہیں..... وہ ایک کھاتے پیتے معزز گھرانے کے فرد تھے..... مالدار گھرانوں کے طلبہ اس طرح مٹ کر خدمت نہیں کرتے..... الا ماشاء اللہ..... پھر ہر معاملہ میں اللہ تعالیٰ کا ان پر خاص کرم تھا..... 27 سال کی عمر میں وہ ''پیر طریقت'' بن گئے..... اس سے پہلے ماشاء اللہ عالم و مفتی تو تھے ہی..... ان کے اپنے کئی ادارے تھے اور بہت کچھ..... ایسے لوگ کہاں ''بزرگوں'' کے جوتے اٹھاتے پھرتے ہیں..... مگر حضرت استاذ محترم پر اللہ تعالیٰ کا فضل..... بہت عظیم تھا..... وہ ظاہر و باطن میں جتنی

ترقی کرتے چلے گئے..... خدمت کے میدان میں اسی قدر آگے بڑھتے چلے گئے.....اور حد یہ ہے کہ کسی بھی موقع اور مقام پر انہوں نے اپنی مستقل حیثیت بنانے کی کوشش نہیں کی.....آج ہماری اصطلاح میں حقارت کے ساتھ جس کام کو..... نیچے لگنا کہتے ہیں.....حضرت کے ہاں یہی کامیابی کی ضمانت تھی وہ ہمیشہ اکابر واسلاف کے نیچے یعنی زیر سایہ رہے.....ظاہر ہے برکت والوں کے زیر سایہ رہنے سے برکت ہی نصیب ہوتی ہے چنانچہ وہ ہمیشہ رحمت و برکت کے زیر سایہ رہے..... نیچے رہنے کے باوجود ان کے ہم عصروں اور ہم عمروں میں .....مستقل حیثیت رکھنے والا کوئی بڑے سے بڑا شخص.....ان کے قدموں کی دھول تک بھی نہ پہنچ سکا.....خدمت و اطاعت کی برکت اور فضیلت سمجھنی ہو تو ان کاموں پر ایک نظر ڈالی جائے جن کی توفیق اللہ پاک نے مختصر سے عرصہ میں حضرت استاذ محترم کو عطا فرمائی.....حالانکہ.....وہ دن رات حضرات اکابر .....اور عام مسلمانوں کی خدمت میں مشغول رہتے تھے.....ان کے قائم کردہ ادارے.....اقراء کی اب تک ایک سو دس شاخیں قائم ہو چکی ہیں اور ان شاخوں میں طلبہ و طالبات کی تعداد..... اڑتیس ہزار ہے.....وہ حجاج کرام کی خدمت کا ادارہ.....ختم نبوت حج گروپ بھی چلاتے تھے جو پاکستان میں خدمت حجاج کا کامیاب ترین ادارہ ہے.....انہوں نے طویل عرصہ تک اسلامی صحافت میں نئے انداز کے رسالے اقراء ڈائجسٹ کو کامیابی سے نکالا.....انہوں نے گلگت جیسے دور دراز علاقے میں اقراء کی تیس شاخیں قائم کیں.....وہ گذشتہ اٹھائیس سال سے روزنامہ جنگ کے اسلامی صفحہ.....اقراء کے نگران بھی تھے.....انہوں نے خواتین کے لئے ''اقراء حافظات کالج'' قائم کیا.....وہ وقتاً فوقتاً مختلف دینی موضوعات پر لکھتے بھی تھے۔انہوں نے جہاد کے لئے بے شمار اسفار فرمائے.....وہ مجلس تحفظ ختم نبوت کے باقاعدہ ذمہ دار، مرکزی شوریٰ کے رکن اور امورِ خارجہ کے نگران تھے.....وہ جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کے امور میں بھی معاونت کرتے تھے وہ جیش محمد ﷺ کے باقاعدہ سرپرست اور معاون تھے.....طالبان اور دیگر جہادی تنظیموں کی معاونت فرماتے تھے.....اہل مدارس اور اہل خانقاہ کے ساتھ بھی معاونت کا سلسلہ تھا.....یہ سب کچھ.....اور بہت کچھ.....کام بڑھتا.....اور پھیلتا جا رہا تھا.....مگر حضرت استاذ محترم نے کبھی خود کو ''مصروف'' نہیں بتایا اور کبھی حضرات اکابر کی خدمت سے ایک قدم پیچھے نہیں ہٹایا..... بلکہ جب ان میں سے کوئی بزرگ دنیا سے رخصت ہوئے تو ان کے پیچھے ان کے اہل خانہ اور اولاد کو لاوارث نہیں چھوڑا بلکہ ان کے باعزت معاش اور رہائش کے بندوبست میں لگ

گئے.....اوران کے چھوڑے ہوئے دینی کام کی حفاظت کی فکر فرمائی.....میں نے انہیں سفر وحضر میں جس طرح سے خدمت کرتے دیکھا۔ یقین کریں وہ سب کچھ حیران کن تھا.....اور بعض اوقات تو میرا سر چکرا کر رہ گیا کہ یا اللہ آپ کا فضل.....کسی پر اتنا عظیم بھی ہوتا ہے.....پہلے پہلے میں نے انہیں حضرت مولانا محمد ادریس صاحب میرٹھیؒ.....حضرت شیخ مولانا مفتی ولی حسن صاحبؒ.....حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ کی خدمت کرتے دیکھا.....کیا رات اور کیا دن؟ .....مدینہ منورہ میں ایک بار حضرت استاذ محترم کے والد حضرت حاجی عبدالسمیع صاحب بھی ہمراہ تھے.....وہاں ایک وہیل چیئر کا بندوبست ہوسکا حالانکہ والد محترم کے علاوہ حضرت مولانا محمد ادریس صاحبؒ کو بھی وہیل چیئر پر مسجد نبوی لے جانا ہوتا تھا.....رہائش مکتبہ الایمان کے اوپر جناب عبدالقادر مرغیلانی کے ہاں تھی.....یعنی کافی دور.....پھر سخت گرمی اور روزہ.....اللہ اکبر جس سرعت اور محنت کے ساتھ وہ مغرب سے پہلے دونوں حضرات کو حرم نبوی شریف پہنچاتے اور پھر کھانے پر واپس لاتے وہ انہیں کے لئے ممکن تھا.....مگر نہ کبھی تھکاوٹ اور نہ کبھی اس کا ذکر یا اظہار.....قافلے کے باقی رفقاء اس طرح بے فکری سے عبادت میں لگے رہتے جیسے باخادم اور باطعام ہوٹل میں قیام ہو.....سارے انتظامات اور بزرگوں کی خدمت یہ حضرت استاذ محترم کی ذمہ داری تھی.....کوئی اور ایک دن ایسا کرتا تو آسمان سر پر اٹھا لیتا مگر یہاں سب کچھ ہو رہا تھا..... بہت خوش اسلوبی سے اور بالکل غیر محسوس حج اور عمرے کا یہ قافلہ بڑھتا گیا.....حضرات اکابر میں سے کچھ دنیا سے رخصت ہوئے تو استاذ محترم نے نئے ''مخدوم'' قافلے میں بھرتی کر لئے..... میں نے قافلے کی تعداد ''ساٹھ'' تک دیکھی ہے.....حج کے موقع پر.....بزرگوں کو جمرات لے جانے سے لے کر.....تمام ساٹھ افراد کے بروقت کھانے پینے کا انتظام.....اس موقع پر تو مجھے بالکل سمجھ نہ آیا کہ یہ سب کچھ کیسے ہو رہا ہے؟.....مگر وہ ہنستا مسکراتا چہرہ.....کبھی شکن آلود نہیں ہوا.....بلکہ مزے کی بات یہ ہے کہ اس قدر سخت اور جان توڑ خدمت کے باوجود کسی وقت مجھ ایسے کسی شاگرد کو ساتھ لے کر.....حج کے لئے تشریف لائے ہوئے دیگر اکابر سے بھی ملاقات کر آتے تھے.....پھر میں تو انڈیا کی جیلوں میں بند ہو گیا.....واپس آیا تو حج وعمرہ کا قافلہ کئی گنا بڑھ چکا تھا.....حضرت استاذ محترم کی داڑھی مبارک میں سفیدی غالب آچکی تھی.....مگر خدمت اسی طرح جوان تھی.....اور نئے اکابر کے جوتے میرے محبوب استاذ کے ہاتھوں میں تھے.....ہائے کس کس ادا کو یاد کر کے آنسو بہائے جائیں.....وہ ہمارے دور کے عظیم انسان.....اور نابغۃ العصر

شخصیت تھے.....

ہم نے اکابر کے بہت سارے خدمت گار دیکھے ہیں.....مگر یہی نظر آیا کہ جب وہ بزرگ یہاں سے تشریف لے گئے تو ''خدمت گار'' ان کی مسند پر بیٹھے اور ''مخدوم'' بن گئے.....مگر یہاں ایسا نہ ہوا.....انہوں نے فوراً کسی اور کو پکڑ کر بزرگوں کی جگہ بٹھایا.....دستار بندی کی اور اپنے پورے تعاون کے ساتھ اسے جانے والے کا جانشین بنا کر خود کسی کے جوتے اٹھانے چل پڑے .....غالباً اس کی مثال ڈھونڈنا بہت مشکل ہے.....حرمین شریفین کے علاوہ.....ازبکستان کے سفر میں اور کئی بار افغانستان کے سفر میں ان کی ہم رکابی کا شرف حاصل ہوا اور ہر سفر میں ان کی خوبیاں کھل کھل کر سامنے آتی رہیں.....اور اس بات پر یقین بڑھتا گیا کہ.....اللہ پاک کا میرے محبوب استاذ محترم پر خاص کرم ہے.....خود سوچئے.....جس شخص نے حضرت بنوریؒ کو راحت پہنچائی.....حضرت مولانا فقیر محمدؒ صاحب کی نسبت اور دعائیں لوٹیں.....حضرت مفتی اعظم مفتی ولی حسن صاحبؒ کے منظور نظر رہے.....جنہیں حضرت مولانا محمد ادریسؒ کی خدمت کا موقع ملا.....جو حضرت مفتی احمد الرحمٰنؒ کے مشیر خاص رہے.....جو حضرت مولانا مصباح اللہ شاہؒ صاحب کی آنکھوں کی ٹھنڈک بنے.....جو حضرت مفتی نظام الدین شامزئیؒ کے رفیق معتمد رہے .....جو حضرت خواجہ خان محمد مدظلہٗ.....حضرت مولانا سرفراز صفدر مدظلہٗ اور حضرت شاہ سید نفیس الحسینی مدظلہٗ کے منظور نظر رہے.....اور جنہیں حضرت لدھیانوی شہید کا خصوصی پیار ملا.....خود ان کا اپنا مقام کیا ہوگا؟.....خدمت کرنے والا.....اور راحت پہنچانے والا.....مخدوم کے کام اور عمل و اجر میں شریک ہوتا ہے.....ذرا دل پر ہاتھ رکھ کر.....اوپر ذکر کئے گئے ناموں کو دیکھیں.....یہ وہ حضرات ہیں جن کی دینی خدمات کا دائرہ آدھی سے زائد دنیا تک پھیلا ہوا ہے.....میرے محبوب استاذ محترم کو اللہ پاک نے خوب سمجھ دی کہ.....وہ.....خدمت کے راستے سے ان تمام حضرات کے دینی کاموں.....کارناموں.....اور اجر میں شریک ہو گئے.....کاش جذبۂ خدمت.....اور طریقۂ خدمت کا کچھ حصہ ہم جیسے ''محروم'' افراد کو بھی نصیب ہو جائے..... اے! جمیل کو جمال خدمت سے رنگنے والے رب تیرے دربار میں یہ التجا ہے.....

احسانات

شہید راہ وفا حضرت اقدس مولانا مفتی محمد جمیل خان نور اللہ مرقدہ کے بندہ پر بے شمار احسانات تھے.....ان گرانقدر احسانات کا بدلہ اللہ پاک ہی انہیں عطا فرمائے ..... بندہ تو صحیح طرح سے شکریہ بھی ادا نہیں کر سکا.....ان احسانات کا تذکرہ صرف اس لئے کیا جا رہا ہے کہ .....مشک کو رگڑنے سے خوشبو پھیلتی ہے.....اور نیکی کے تذکرے سے نیکی کا ذوق پھیلتا ہے اور ان احسانات کے ضمن میں حضرت استاذ محترم کی زندگی کے کئی اہم پہلو بھی اجاگر ہوتے ہیں..... اللہ پاک ہم سب کو ''ذوق احسان'' عطا فرمائے۔

(۱) تعلیم و تربیت

آپ نے ایک استاذ کے طور پر ایک سال تک اس طرح سے تعلیم و تربیت فرمائی کہ میرے دل میں.....دین، علم دین اور مدارس کی عظمت و محبت نے جڑ پکڑ لی.....اور میرے لئے ''راہ عمل ''، متعین ہوگئی.....اپنے اسلاف کے ساتھ تعلق بنا.....اور اسکول کے مقابلے میں ''مدرسہ'' دل و دماغ پر چھا گیا.....اس وقت تک اللہ پاک نے دین کے ساتھ جو تعلق نصیب فرمایا ہوا ہے (اگرچہ یہ تعلق میری کوتاہیوں کی وجہ سے ٹوٹا پھوٹا سا ہی ہے) اس میں حضرت استاذ محترم کی ابتدائی اور بنیادی محنت کا بڑا دخل ہے.....اللہ پاک انہیں .....اور ان جیسے ایک اور محسن استاذ .....حضرت مولانا مفتی عبدالسمیع شہیدؒ کے درجات بلند فرمائے۔

(۲) سفر حرمین

حضرت استاذ محترم نے مجھے چند بار اپنے حرمین والے قافلے میں شریک فرمایا.....اور مجھے حضرات اکابر کی صحبت کا موقع میسر کیا..... یہ ان کا بہت بڑا احسان ہے..... بندہ طالب علمی کے آخری زمانے میں جامعہ کی طرف سے ایک مسجد کا امام بنا کر بھیجا گیا تھا.....ایک دن دوپہر کو حضرت استاذ محترم اس مسجد میں تشریف لے آئے۔ میرا عمرے کا ویزہ لگا ہوا تھا۔ انہوں نے مجھے حضرت مولانا ادریس صاحب میرٹھیؒ کے ساتھ فوری روانگی کا حکم دے دیا۔ بندہ اسی وقت ان کے

ساتھ چل پڑا۔ اللہ پاک کی نصرت سے جہاز پر نشست مل گئی اور ہم حرمین پہنچ گئے۔ دو تین دن بعد حضرت استاذ محترم کا قافلہ بھی پہنچ گیا..... بہت عجیب ودلنواز داستان ہے۔ اس کے بعد بھی یہ سلسلہ کچھ عرصہ جاری رہا۔

(۳) صدائے مجاھد

تعلیم سے فراغت کے بعد بندہ افغانستان چلا گیا..... جہاد میں شرکت کی توفیق ملی..... اور زندگی وقف کردی..... تشکیل کراچی ہوئی..... جماعت کو رسالہ نکالنے کی ضرورت تھی اور مجھے اس کے ''ابجد'' تک کا علم نہیں تھا۔ حضرت استاذ محترمؒ نے سرپرستی اور تعاون فرمایا..... ماہنامہ صدائے مجاہد کی ڈیکلریشن حاصل کی..... یہ ڈیکلریشن انہیں کے نام سے تھی اور وہ رسالے کے پہلے مدیر اعلیٰ تھے..... اور بندہ مدیر..... پھر انڈیا سے رہائی کے بعد جیش محمد ﷺ کا قیام عمل میں آیا..... صدائے مجاہد سابقہ تنظیم والے نکال رہے تھے..... حضرت استاذ محترم کو وہ سب کچھ یاد تھا..... مجھے فرمایا: تم کیوں نہیں نکالتے ڈیکلریشن تو میرے نام ہے..... ملتان (حضوری باغ) مجلس تحفظ ختم نبوت کا بڑا اجلسہ جاری تھا..... حضرت استاذ محترم اسٹیج سنبھالے ہوئے تھے اس دن ان کی شفقت اور محبت کا عروج تھا ایک کاغذ پر مفصل تحریر لکھ کر دی کہ صدائے مجاہد میں نکالوں..... وہ تحریر میرے لئے سعادت ہے..... اگرچہ صدائے مجاہد میں دوبارہ نہ نکال سکا۔

(۴) سفر ازبکستان

وسط ایشیاء کی ریاستیں آزاد ہوئیں تو قادیانی ٹولہ وہاں بھی اپنا منحوس اور ناپاک ارتدادی زہر پھیلانے جا پہنچا..... وہاں کے مسلمان ستر سالہ خوفناک غلامی کے..... اثرات کا شکار تھے..... اور اکثریت کو صرف اپنا مسلمان ہونا..... یا زیادہ سے زیادہ کلمہ طیبہ یاد تھا..... اور بس..... ایسے میں انہیں اسلام ہی کے نام پر گمراہ کرنا آسان تھا..... قادیانیوں نے کسی طرح بخارا شہر کے میئر کو لندن میں اس کی سیاحت کے دوران پھنسا لیا..... بخارا کا میئر قادیانیوں کے اجتماع میں شریک ہوا اور اس نے بخارا کی بڑی مسجد انہیں دینے کا اعلان کر دیا..... مسلمانوں میں اس اعلان سے بے چینی پھیل گئی..... عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے ایک اعلیٰ سطحی وفد تشکیل دیا..... شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ اس وفد کے قائد تھے..... دیگر شرکاء میں..... حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ..... حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر مدظلہ..... حضرت مولانا قاری سعید الرحمن صاحب مدظلہ..... حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی مدظلہ..... حضرت

مولانا احمد خان مدظلہ.....اور استاذ محترم حضرت مولانا مفتی محمد جمیل خان شہیدؒ قابل ذکر ہیں.....
اس وفد نے تیرہ دن تک ازبکستان کے اہم شہروں .....تاشقند' سمرقند اور بخارا کا دورہ کیا.....
وہاں کے علماء کرام کو قادیانیوں کی حقیقت بتائی..... بخارا کے میئر سے ملاقات کر کے اسے اصل
حقائق سے آگاہ کیا.....اور اس نے اپنے سابقہ اعلان سے رجوع کر لیا.....

یہ سفر بہت مفید.....اور یادگار سفر تھا.....حضرت استاذ محترم شہیدؒ نے ازراہ شفقت مجھے
بھی.....اس مخملی قافلے میں ٹاٹ کا پیوند بنایا.....اور پورے سفر میں اپنے ساتھ رکھا.....واپسی پر
بندہ نے جہاز میں اس سفر کی روئیداد لکھی.....حضرت استاذ محترم اپنی نشست سے اٹھ کر اکثر وقت
میری سیٹ کے ساتھ کھڑے رہے.....اور حوصلہ افزائی فرماتے رہے.....کراچی پہنچتے ہی آپ
نے مجھ سے وہ پورا رجسٹر لے لیا.....اور اس مفصل سفر نامے کو ہفت روزہ ختم نبوۃ میں شائع کرا
دیا.....اس سفر کے دوران حضرت استاذ محترم شہیدؒ نے ازبکستان کے مسلمانوں سے وعدہ کیا کہ
آپ انہیں قرآن پاک کے نسخے فراہم کریں گے.....اس وعدہ کو پورا کرنے کے لئے آپ نے
کراچی میں چندہ مہم شروع فرمائی.....ازراہ کرم مجھے بھی اس میں شرکت کی سعادت دی.....اور
پھر آپ نے ماسکو وغیرہ کا سفر کیا.....اور وہیں پر قرآن پاک کے نسخے بہت بڑی تعداد میں چھپوا
کر ازبکستان میں تقسیم فرمائے.....قرآن پاک کے ساتھ آپ کا تعلق عجیب رہا.....آپ خود ماشاء
اللہ حافظ قرآن تھے.....تقریباً تمام اولاد بھی قرآن مجید کی حافظ.....آپ کے ادارے اقراء سے
تقریباً سات ہزار افراد نے قرآن پاک حفظ کیا.....اس وقت اڑتیس ہزار افراد ان کے ادارے
میں قرآن پاک پڑھ رہے ہیں.....جبکہ بخارا سمرقند اور تاشقند کے لاکھوں مسلمانوں کے ہاتھوں
تک آپ نے قرآن پاک کے نسخے پہنچائے۔

(۵) مشکل ترین پریس کانفرنس

یہ حضرت استاذ محترمؒ کی زندگی کا انمول کارنامہ ہے.....۳۱ دسمبر ۱۹۹۹ء جب انڈیا کی قید
سے بندہ کی رہائی عمل میں آئی تو اس کے فوراً بعد جیش محمد ﷺ کے قیام کا فیصلہ ہوا.....اس وقت
اس بات کی سخت ضرورت تھی کہ تنظیم کا باقاعدہ اعلان کر دیا جائے..... عالمی کفریہ طاقتیں تو اس
وقت پاکستان میں میرے وجود کو ہی برداشت نہیں کر پا رہی تھیں..... وہ ایک جہادی تنظیم کے
اعلان کو کس طرح برداشت کرتیں.....حکومت پاکستان سخت دباؤ میں تھی اور اس کی بھی یہی
خواہش تھی کہ تنظیم کا اعلان نہ ہو.....ادھر انڈیا موقع کی تاک میں تھا کہ کس طرح شکست کا داغ

رسوائی اپنے چہرے سے دور کرے..... عجیب مشکل حالات تھے اتنے مشکل کہ سانس لینا دشوار تھا..... بعض جہادی تنظیمیں بھی اسلام آباد میں حساس اداروں کے سامنے نئی تنظیم کو رکوانے کے لئے گڑگڑا رہی تھیں..... میں جب بھی ان حالات پر غور کرتا ہوں تو دل سے بے اختیار اللہ پاک کی عظمت اور کبریائی کا کلمہ بلند ہوتا ہے..... عالمی کفریہ طاقتیں چاہتی تھیں کہ مجھے یا تو مار دیا جائے یا پھر کم از کم گرفتار کرلیا جائے..... پاکستان کی حکومت کو مجھ سے کوئی ہمدردی نہیں تھی..... مگر معلوم نہیں کیوں وہ بڑا اقدام کرنے سے ہچکچا رہی تھی..... باخبر لوگ بتاتے ہیں کہ عوامی ردعمل کا خدشہ تھا..... بہرحال یہ داستان طویل ہے اور ترک ناگزیر ہے..... تنظیم کے اعلان کے لئے جس مرد جری نے پورے عالم کفر کو اپنا دشمن بنا کر انتظام کیا..... وہ استاذ محترم حضرت مولانا مفتی محمد جمیل خان شہیدؒ تھے آپ نے کراچی پریس کلب میں..... حضرت مفتی نظام الدین شامزئی شہیدؒ اور میری پریس کانفرنس کا اعلان وانتظام کردیا..... اور یہ سب کچھ اتنا اچانک کیا کہ حکومت پر بھونچال آ گیا..... ہم پریس کلب کی طرف جارہے تھے تو مجھے حکومت کے اعلیٰ عہدیداروں کے فون آنا شروع ہوگئے کہ آپ پریس کانفرنس نہ کریں..... میں نے عزم کا اظہار کیا تو انہوں نے دھمکیاں دیں..... پریس کلب پہنچ کر پولیس کے ایک ایس پی نے مجھے کہا: آپ کی گرفتاری کا حکم ہے..... میں نے کہا ضرور مگر پریس کانفرنس کے بعد..... میرے ساتھ چونکہ کافی تعداد میں مسلح حارسین تھے اس لئے اس نے زبردستی نہیں کی..... پھر جس طرح ہم پریس کانفرنس کے کمرے تک پہنچے تو وہ اللہ پاک ہی جانتا ہے..... پھر وہ لمحہ آ گیا کہ..... حضرت مفتی نظام الدین شامزئیؒ شہید نے ملکی اور غیر ملکی پریس کے سامنے اس ''جیش محمد ﷺ'' کے قیام کا اعلان کردیا..... جس جیش محمد ﷺ نے صرف تین سال کے عرصہ میں تاریخ پر نہ مٹنے والے نقوش رقم کردیئے..... جب حضرت مفتی صاحب شہیدؒ اعلان فرمارہے تھے تو ان کے بائیں طرف حضرت استاذ محترم بیٹھے ہوئے تھے..... اور دائیں طرف بندہ..... حضرت استاذ محترم نے بھی پریس والوں سے خطاب کیا اور سوالات کے جواب دیئے..... پریس کلب سے باہر نکلتے ہی رینجر والوں نے ہمیں گرفتار کرنے کی کوشش کی..... مگر گرفتاری نہ ہوئی..... البتہ اگلے دن بات چیت کے بہانے مجھے بلا کر گرفتار کرلیا گیا..... مگر..... تنظیم کا اعلان ہو چکا تھا..... عالمی میڈیا خوب چیخ رہا تھا..... ادھر انڈیا میں ماتم..... اور مقبوضہ کشمیر میں خوشیاں تھیں..... اور ادھر پاکستان کے شہر شہر، قصبے قصبے میں تنظیم کے دفاتر اور مراکز کھلتے جارہے تھے..... ایک اندازے کے مطابق ان دفاتر کی کم سے کم

تعداد..... چھ سو تھی..... بالآخر حکومت کو عوامی فیصلہ ماننا پڑا اور اس نے اس جماعت کے وجود کو تسلیم کرلیا..... اور پھر جب انڈین پارلیمنٹ پر حملہ ہوا..... انڈیا کی فوجیں پاکستان کی سرحدوں پر آ بیٹھیں..... ادھر امریکہ اور یورپی یونین نے آنکھیں دکھائیں تو ۱۲ جنوری ۲۰۰۲ء کو اس جماعت کو کالعدم قرار دے دیا گیا.....

جیش محمد ﷺ نے جہادی، دعوتی، اصلاحی، تعلیمی، صحافتی اور رفاہی کاموں میں جو حیرت انگیز کارگزاری رقم کی..... میرے محبوب استاذ محترمؒ اس میں بھی برابر کے حصہ دار اور شریک ہیں..... وہ تادم واپسیں اس جماعت کی سرپرستی فرماتے رہے..... اور اسے اپنی محبت اور رہنمائی سے نوازتے رہے..... یہ ان کا احسان تھا جس پر مجاہدین ان کے لئے دل کی گہرائیوں سے دعا کرتے ہیں.....

(۶) ہمدردانہ حوصلہ افزائی

جیسا کہ اوپر مذکور ہوا کہ ۱۲ جنوری ۲۰۰۲ء حکومت نے جیش محمد ﷺ پر پابندی عائد کی..... اس پابندی سے چند ہفتے قبل بندہ کو گرفتار کر کے میانوالی سنٹرل جیل میں نظر بند کر دیا گیا..... تین ماہ کے بعد جیل سے گھر لا کر..... گھر کے اوپر والے دو کمروں میں نظر بند کر دیا گیا..... ''نظر بندی'' کا یہ عرصہ تیرہ مہینوں پر محیط ہے..... اس نظر بندی کے دوران حضرت استاذ محترم شہیدؒ ملاقات کے لئے تشریف لائے..... حکومت نے ملاقات نہ کرنے دی..... آپ نے حضرت والد صاحب سے ملاقات کی اور میرے نام تسلی اور حوصلہ افزائی کا ''نامہ مبارک'' تحریر فرمایا..... اس کے آخر میں تحریر فرمایا..... کارلائق میں یاد فرمائیں..... یعنی بڑے تو بڑے وہ اپنے سے بے انتہا چھوٹے فرد کو بھی اپنی خدمات پیش کرنے سے نہیں ہچکچائے..... ان ایام میں آپ نے بندہ کی رہائی کے لئے بھی کافی کوشش فرمائی.....

(۷) ابتلاء میں تعاون

بندہ کی اس گرفتاری کے دوران ہی ''جماعت'' کو پرزوں میں بدلنے کا عمل..... حکومت وقت نے شروع کر دیا..... باخبر ذرائع نے مجھے بتایا کہ اب آپ کو بدنام کرنے کی ایک بھیانک مہم شروع ہوگی تاکہ عوام کے دل میں محبت کی جگہ نفرت بھری جائے..... اور جب جماعت ٹوٹ جائے گی اور عوام متنفر ہو جائے گی تو اگلا قدم آسان ہو جائے گا..... بندہ ابھی رہا نہیں ہوا تھا کہ عجیب وغریب باتوں کی بازگشت سنائی دینے لگی..... ہر طرف..... اقربا پروری، اقربا پروری کا شور تھا..... حالانکہ میرے خاندان کا کوئی نیا فرد جماعت میں نہیں آیا تھا اور جو موجود تھے وہ جیش کے

قیام کے روز اول سے تھے..... اگر ان کو جماعت میں رکھنا غلطی تھی تو تین سال تک کیوں اس قدر خوشی سے انہیں برداشت کیا گیا کہ کسی نے بھی اعتراض نہ کیا..... اور اگر غلطی نہیں تھی تو اب کیوں اس کا ڈھنڈورا پیٹا جا رہا تھا؟ حکومت وقت ..... اپنے کچھ پرانے ساتھی..... اور کراچی کا ایک رفاہی ادارہ..... ان تینوں نے مل کر ایسا طوفان اٹھایا کہ ہر طرف دھول ہی دھول نظر آنے لگی..... اب دو ہی راستے تھے ایک یہ کہ عزت بچا کر راہ فرار اختیار کی جائے..... اور دوسرا یہ کہ عزت اور نام سے بے فکر ہو کر کام کو جاری رکھا جائے..... اللہ پاک نے دوسرے راستے کی توفیق دی..... کچھ دوستوں کو جماعت سے الگ کر کے کام شروع کیا تو حوصلہ افزائی کی پہلی آواز..... چٹیل صحرا میں آب حیات کی طرح..... کراچی کے اس مکان سے سنائی دی..... جس کے سامنے..... میرے استاذ محترمؒ کو شہید کیا گیا..... اور پھر اسی مکان سے ان کا جنازہ اٹھا..... مجھے یاد ہے میں ان سے ملنے گیا..... وہ اس بار..... خلاف عادت اندر کے آخری کمرے میں لے گئے..... غالباً ان کے بڑے صاحبزادے کا کمرہ تھا..... اور میں نے پہلی بار دیکھا تھا..... اس سے قبل ہمیشہ پہلے کمرے یعنی بیٹھک میں بٹھاتے تھے..... اور زمین پر نشست ہوتی تھی..... لمحہ یادگار تھا اس لیے سب کچھ یاد ہے..... بیڈ پر..... بیٹھے بیٹھے مختصر حالات سنے..... پوچھا کیا ارادہ ہے؟..... عرض کیا کہ فلاں ساتھی کو الگ کر رہا ہوں..... فوراً توثیق فرما دی کہ بالکل ٹھیک ہے..... آپ کا حق ہے کہ کام کو بچانے اور چلانے کیلئے جس کو چاہیں ساتھ رکھیں اور جس کو چاہیں الگ کریں..... ان کی اس قدر کھلم کھلا تائید خلاف توقع تو نہیں البتہ حیرت انگیز ضرور تھی..... کیونکہ اس وقت موسم ہی کچھ ایسا تھا کہ..... اپنے گھر میں لڑنے والے بھی..... ہمیں اتفاق کی دعوت دے رہے تھے..... خواہ اس کی خاطر کام ہی ختم ہو جائے..... بس یہ اس وقت کا چند روزہ فیشن تھا..... مگر حضرت استاذ محترمؒ نے صاف اور دوٹوک الفاظ میں تائید اور حمایت فرمائی..... اور پھر باوجود سخت دباؤ کے اسے نبھایا..... اور یوں شش جہت پھیلے ہوئے ایک دینی کام کی حفاظت میں کوشش فرمائی..... الحمدللہ بعد میں فضاء بدل گئی اور جوں جوں لوگوں تک حقیقت پہنچتی گئی..... حالات درست ہوتے گئے..... مگر جن تین بڑے حضرات نے بغیر دلیل طلب کیے فوراً تائید فرمائی..... حضرت استاذ محترمؒ انمیں سے ایک تھے..... حضرت استاذ محترمؒ کو یہ ''تائید'' آسان نہیں پڑی..... بدخواہوں نے جو اپنی خلاف توقع ہزیمت پر سیخ پا تھے ایک پمفلٹ جاری کر کے حضرت استاذ محترمؒ کی شان میں بے حد نازیبا الفاظ لکھے اور گالیاں بکیں..... بندہ نے اس پر

افسوس کا اظہار کیا تو خوش دلی سے ہنس کر فرمایا میاں اچھا ہوا کچھ لوگ تعریف کر کے دماغ خراب کریں تو ایسی تحریروں سے دماغ ٹھکانے آ جاتا ہے..... اور اصلاح ہو جاتی ہے..... وہ بڑے دل والے آدمی تھے..... میں ان کے خلاف گستاخی کے معاملے میں چھوٹے دل کا واقع ہوا ہوں..... اور ابھی تک اس پمفلٹ کے لکھنے والوں کے بارے میں اپنا دل صاف نہیں کر سکا..... اور شائد زندگی بھر کبھی کر بھی نہ سکوں..... کاش وہ صرف مجھے اپنی گالیوں کا نشانہ بناتے اور میرے استاذ محترمؒ کی طرف دستِ جسارت نہ بڑھاتے..... تب دل کو صاف کرنا..... بہت آسان رہتا.....

(۸) آخری ملاقات

حضرت استاذ محترمؒ کا اپنی مبارک اور معطر زندگی میں آخری احسان..... وہ ملاقات ہے جو اس روپوشی کے ایام میں انہوں نے مجھ سے فرمائی..... حضرت اقدس مفتی نظام الدین شامزئیؒ کی شہادت کے بعد..... مجاہدین کے خلاف ایک بار پھر پروپیگنڈے کا طوفان اٹھا کہ..... مجاہدین کہاں مر گئے ہیں..... گویا کہ ہر شخص خود کو ہر طرح کی ذمہ داریوں سے بری سمجھ کر..... صرف مجاہدین ہی کو موردِ الزام ٹھہرا رہا تھا..... پھر ان الزامات میں بھی تضاد تھا..... کوئی کہتا کہ مجاہدین کو ''یہ'' کرنا چاہئے..... کوئی کہتا کہ ''وہ'' کرنا چاہئے..... پھر کچھ ہو جاتا تو اس پر اعتراض کہ کیوں ہوا؟..... کیا فائدہ ملا؟ اور نہ ہوتا تو اعتراض کہ کیوں نہ ہوا؟..... مجاہدین عوام کے سامنے آتے تو اعتراض کہ حکومت ان کو پکڑتی کیوں نہیں..... ثابت ہوا کہ یہ ایجنٹ ہیں..... اور اگر سامنے نہ آتے تو اعتراض کہ حکومت کے ساتھ ساز باز کر کے چھپے بیٹھے ہیں..... قرآن پاک کی آیاتِ جہاد سب مسلمانوں کیلئے ہیں..... مگر کسی نے خود کو ان کا مخاطب نہ سمجھا..... اور نہ کسی نے اندر گھس کر اصل حقائق معلوم کرنے کی کوشش کی..... اور نہ کسی نے شہداء کرام کے گھروں میں چولھا جلانے کا انتظام کیا..... اور نہ کسی نے زخموں پر مرہم رکھا..... بس حکومت اور کچھ بدعقل عناصر نے جہاد..... اور مجاہدین کے خلاف ایک ہوا چھوڑی..... اور اکثر لوگ اندھا دھند اسی کے پیچھے دوڑ پڑے..... اور کسی نے یہ نہ سوچا کہ جہاد کی بدنامی کے بعد دین کا کیا رہ جائے گا؟..... اور مجاہدین کی بدنامی کے بعد دینداروں کے تحفظ کا کیا بنے گا؟ اور یہ کہ اگر جہاد اور مجاہدین اتنے خراب ہو گئے ہیں تو دنیا میں جو اس قدر جہاد ہو رہا ہے وہ کون کر رہا ہے؟..... کشمیر میں جہاد اسی طرح جاری ہے..... افغانستان میں طالبان کا جہاد منظم ہے..... امریکا کے خلاف عراق میں فدائی جہاد جاری ہے..... چیچنیا میں جہاد جوں کا توں جاری ہے..... فلسطین کی تحریک بھی زندہ ہے.....

الغرض جہاد پہلے سے زیادہ پھیلا اور بڑھا ہے..... اگر معترضین کی خواہش تھی کہ پاکستان میں جہاد شروع کیا جائے تو ہم نے پہلے بھی گزارش کی تھی کہ..... اس کیلئے علماء کرام کو فتویٰ دینا ہوگا..... کیا کسی نے فتویٰ دیا؟..... یہاں تو خود علماء کرام حکومت میں شریک ہیں..... اور دو صوبوں میں ان کی اپنی حکومت ہے..... کیا ان کے خلاف لڑنا شروع کر دیں..... کئی لوگوں نے بتایا کہ حضرت مفتی نظام الدین شامزئیؒ نے فتوی دیا تھا..... میں نے خود ان سے..... اور پھر تنہائی میں حضرت مفتی محمد جمیل خانؒ سے پوچھا کہ کیا ایسا کوئی فتویٰ ہے؟..... انہوں نے کہا قطعاً نہیں..... ہم پاکستان میں کارروائیوں کے خلاف ہیں..... اگر فتویٰ ہوتا تو وہ حضرات ''بے عمل'' نہیں تھے خود اس میں شریک ہوتے..... سچی بات یہ ہے کہ..... مجاہدین کے خلاف کوئی بھی ایسی ''حقیقی بات'' موجود نہیں تھی کہ ان کی مخالفت برحق ہو..... بس امریکا اور حکومت پاکستان کی خواہش تھی کہ جہاد بدنام ہو..... اور مجاہدین مسلمانوں کی آنکھوں میں رسوا ہوں..... اور اسی کے لئے انہوں نے ایک عمومی فضا قائم کر دی..... مگر اللہ پاک خود جہاد..... اور مجاہدین کا محافظ اور مددگار ہے..... اور اسی کے سہارے یہ فریضہ..... امت میں زندہ ہے..... آج جہاد..... اور مجاہدین کے خلاف بولنے والے..... صرف اور صرف اپنے لیے ''امن'' اور ''زندگی'' چاہتے ہیں..... مگر انہیں یاد رکھنا چاہئے کہ امن بھی اللہ پاک دیتا ہے..... اور زندگی بھی..... جو لوگ خود قربانی نہیں دے سکتے انہیں چاہئے کہ کم از کم اپنی زبان کو مجاہدین کے خلاف استعمال کر کے..... کفر کی حمایت نہ کریں..... حکومت کی کئی ایجنسیوں نے جہادی تنظیموں میں سے بعض افراد کو نکال کر انہیں خود..... ملک میں کارروائیوں پر اکسایا تا کہ..... جہاد اور مجاہدین پر شکنجہ کسنا آسان ہو جائے..... اور یہ بات باور کرائی جا سکے کہ علماء اور مجاہدین اس ملک کے دشمن ہیں..... جبکہ نیکر پوش روشن خیال طبقہ اس ملک کا وفادار ہے..... الحمدللہ موثر جہادی قیادت نے اس سازش کو ناکام کر دیا..... اگر وہ اسے ناکام نہ کرتے تو آج نہ مدارس محفوظ ہوتے..... اور نہ دینی سیاسی پارٹیاں..... ملک میں ایسا طوفان آتا کہ..... سب کچھ بکھر کر رہ جاتا..... جہادی قیادت نے..... جہاد کو اس کے سابقہ میدانوں میں رکھا..... اور پاکستان کو اس کا میدان نہیں بننے دیا..... کیونکہ..... اس کا میدان بننا..... اسلام اور جہاد کے مفاد میں نہیں تھا..... خیر بات کچھ دور نکل گئی..... حضرت مفتی نظام الدین شامزئیؒ کی شہادت کے بعد..... ماہنامہ بینات کراچی نے ان کی خدمات کے اعتراف میں خصوصی شمارہ نکالا..... یہ شمارہ بندہ تک پہنچا تو مضامین پڑھ کر دو باتوں کا شدید

احساس ہوا.....

(۱) حضرت مفتی صاحب شہیدؒ کو ''امام المجاہدین'' کا بالکل حق بجانب خطاب اور لقب تو دیا گیا ہے مگر کسی نے بھی ان کے جہادی کارناموں کو بیان نہیں کیا..... جو اس بات کا ثبوت ہے کہ عالمی کفر..... اور ملکی سیکولرازم کا دباؤ اپنا کام کر رہا ہے اور اہل حق نے بھی جہاد کے تذکرے کو مدھم کرنا شروع کر دیا ہے۔

(۲) دوسرا احساس یہ ہوا کہ حضرت استاذ محترمؒ کے مضمون سے بھی اس بات کا اشارہ ملتا ہے کہ آپ مجاہدین سے کچھ خفا ہیں۔

ان دونوں باتوں کا احساس ہوتے ہی بندہ نے کسی طرح استاذ محترمؒ سے رابطہ قائم کیا..... وہ ان دنوں گلگت تشریف لے گئے تھے..... میں نے اپنی اس روپوشی کے دوران جان بوجھ کر حضرات اکابر..... اور علماء کرام سے رابطہ نہیں رکھا..... تاکہ..... ان کیلئے کسی طرح کے مسائل پیدا نہ ہوں..... بندہ خود دین کے ہر کام کی قدر کرتا ہے..... اور کسی پر اس بات کا اصرار نہیں رکھتا کہ وہ لازماً فلاں کام میں بھی تعاون کرے..... اس لیے علماء کو ان کے کاموں میں خلل سے بچانے کیلئے..... رابطہ سے گریز رکھا..... مگر بینات پڑھنے کے بعد رابطہ کرنا ضروری محسوس ہوا..... اور حضرت استاذ محترمؒ کے علاوہ کسی پر نظر نہ پڑی..... میں نے ان سے عرض کیا کہ ملاقات کرنا چاہتا ہوں..... انہوں نے خوشی سے اجازت دے دی..... جگہ اور وقت کا تعین ہو گیا..... اور چند دن بعد..... مجھے پھر ان کے مبارک ہاتھوں کا بوسہ..... ان کے ہاتھ پیچھے کھینچنے کے باوجود..... نصیب ہوا..... انہوں نے حسب سابق محبت سے گفتگو شروع فرمائی..... مگر میں نے سارا رخ ان کے مضمون کی طرف موڑ دیا..... اور کچھ حالات ان کی خدمت عالیہ میں پیش فرمائے..... مجھے ایسا لگا کہ وہ کافی مطمئن ہو گئے ہیں..... پھر انہوں نے خوب خوب دعاؤں سے نوازا..... اور اپنی سرپرستی اور تعاون جاری رکھنے کا وعدہ فرمایا..... مگر میں نے محسوس کیا کہ..... وہ کچھ ٹوٹ سے گئے ہیں..... مجھے طوفانی لہروں میں کچھ کچھ اضطراب نظر آیا..... حضرت لدھیانویؒ کی شہادت کے بعد بھی ان پر کچھ ایسی حالت طاری ہوئی تھی مگر..... وہ جلد سنبھل گئے تھے..... جبکہ اب کی بار ''معاملہ'' بالکل الگ نظر آ رہا تھا..... وہ جانے کی مکمل تیاری میں نظر آ رہے تھے..... میں نے دبے لفظوں میں اس کا اظہار بھی کیا..... مگر..... وہ ٹال گئے..... وہ ملاقات..... اور پھر انکی جدائی کا غم..... ان دونوں کا فاصلہ مجھے سمجھ نہیں آ رہا..... ان کے احسانات بہت زیادہ ہیں میں نے انمیں سے ان چند کا ذکر کیا ہے..... جن سے ان کی شخصیت کے مختلف پہلو

ابھرتے ہیں..... اور ان میں ہم سب کیلئے نصیحت کا کافی سامان موجود ہے..... انہوں نے اس ملاقات کے دوران بھی اپنا ہاتھ اونچا رکھا اور بار بار پوچھا ہم آپ کیلئے کیا کر سکتے ہیں؟ میں نے ہر بار عرض کیا..... دعاء..... انہوں نے فرمایا ابتداء میں جب آپ نے روپوشی اختیار کی تو مجھے اچھا نہیں لگا..... مگر بعد میں حالات کی وضاحت ہوگئی..... میں نے ان سے پوچھا..... حضرت مفتی نظام الدین شامزئی شہیدؒ کے قاتل کون ہیں؟..... کاش پتہ چل جائے..... انہوں نے کچھ باتیں فرمائیں..... مگر..... بدنصیب قاتلوں کے چہرے ''بے نقاب'' نہ ہو سکے..... انہیں حکومت پر شک تھا..... مگر اس میں بھی کچھ ''متعین'' نہیں تھا۔ آج وہ بھی چلے گئے..... اور ناپاک، منحوس..... اور بدبخت قاتل..... اندھیروں سے وار کر کے..... اندھیرے میں چھپ گئے..... مگر کب تک؟..... اللہ پاک کا انتقام بہت سخت ہے.....

www.rangonoor.com

ایک عجیب خواب

حضرت استاذ محترمؒ کے ''جہادی حالات'' لکھنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ایک خواب کا تذکرہ کردیا جائے۔ (یہ خواب انکی شہادت سے چند ماہ قبل دیکھا تھا) بندہ نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ ہم چندلوگ فجر کی سنتیں پڑھ کر جماعت کا انتظار کررہے ہیں۔ حضرت مولانا مفتی محمد جمیل خانؒ نے مجھے فرمایا کہ یہ دعا پڑھو:

سبحان العظیم وبحمدہ استغفر اللہ

میں نے دعا سن لی مگر یہ دعا پڑھنے کی بجائے

یا حی یا قیوم لا الہ الا انت برحمتک استغیث

پڑھنے لگا..... اسی دوران جماعت کھڑی ہوگئی اور حضرت استاذ محترمؒ نے ہم سب کی امامت کی.....

خواب تو بالکل واضح تھا..... مگر میری نادانی..... اور خواب کی اصل تعبیر کا غیر محسوس خوف کہ میں..... اس کی تعبیر نہ سمجھ سکا..... البتہ میں نے اگلے دن سے ان کا بتایا ہوا عمل شروع کردیا..... اور انہیں صرف اتنا پیغام بھجوایا کہ آپ نے خواب میں ایک دعا تلقین فرمائی ہے اور وہ میں نے پڑھنا شروع کردی ہے۔ دراصل یہ خواب ان کے دنیا سے تشریف لے جانے کا واضح اشارہ تھا.....

تفسیر وحدیث کی معتبر کتابوں میں ہے کہ قرآن پاک کی سورۃ ''النصر''..... کا دوسرا نام سورۃ ''التودیع'' ہے کیونکہ اس میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی..... اور دنیا سے روانگی کا واضح اشارہ ہے.....

(تفسیر قرطبی، ج ۲۰/ ۲۱۱)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اذا جاء نصر اللہ والفتحo ورایت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجاo

فسبح بحمد ربک و استغفرہ انہ کان توابا

ترجمہ: جب اللہ کی مدد آ پہنچی اور فتح (حاصل ہوگئی) اور آپ نے دیکھ لیا کہ لوگ فوج در فوج اللہ کے دین میں داخل ہو رہے ہیں تو آپ اپنے پروردگار کی حمد و تسبیح کریں اور اس سے مغفرت مانگیں بے شک وہ معاف کرنے والا ہے۔

روایات میں آتا ہے کہ اس سورۃ کے نزول کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسم اٹھتے بیٹھتے..... آتے جاتے.....بکثرت **سبحان اللہ وبحمدہ استغفر اللہ واتوب الیہ** پڑھا کرتے تھے (قرطبی، ج ۲۰/۲۱۳)

خواب دیکھنے کے بعد..... بندہ کا ذہن اس تفسیر کی طرف منتقل ہوا تھا مگر میں نے سمجھا کہ میرا وقت آ گیا ہے.....اور مجھے ذرہ بھی یہ خیال نہ آیا کہ حضرت استاذ محترمؒ پہلے اپنے جانے کا اشارہ دے رہے ہیں۔

اس خواب کے چند دن بعد ان سے وہ ملاقات ہوئی جس کا تذکرہ کچھ پہلے ہوا ہے مگر اس میں وہی موضوع غالب رہا اور اس خواب کا تذکرہ نہ آ سکا.....اس خواب سے یہ بھی معلوم ہوا کہ.....الحمدللہ حضرت استاذ محترمؒ کو آقا مدنی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مضبوط نسبت حاصل تھی..... اللہ تعالیٰ نے آپ کو آقا محمد مدنی صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی خدمت کیلئے منتخب فرمایا.....اور پھر جب آپ کا کام خوب پھیل گیا اور اس کی جڑیں مضبوط ہوگئیں تو آپ کو اپنی تسبیح وتحمید.....اور استغفار کی نعمتوں کے ساتھ.....اجر وسکون دینے کیلئے اپنے پاس بلا لیا.....اور اللہ تعالیٰ سے کیا بعید ہے کہ خواب میں فجر کی امامت سے یہ بھی اشارہ ہو کہ..... رات گزر چکی ہے.....صبح صادق طلوع ہو چکی ہے.....اور امت مسلمہ کیلئے فتوحات اور خوشیوں کا دن آنے والا ہے.....اور سورج طلوع ہونے والا ہے.....واللہ اعلم

یہاں حضرت استاذ محترمؒ کی ایک اور کرامت ظاہر ہوئی..... بندہ نے جب ان کے بارے میں یہ مضمون لکھنا شروع کیا تو ایک حوالہ تلاش کرنے کیلئے امام غزالیؒ کی کتاب کیمیائے سعادت اٹھائی.....اصل مقام تک پہنچنے سے پہلے ایک صفحہ پر نظر پڑی تو یہ روایت نظر آ گئی..... اس روایت میں بھی وہ دعاء مرقوم ہے..... جو حضرت استاذ محترمؒ نے خواب میں بیان فرمائی تھی.....قارئین کو حضرت استاذ محترمؒ کی نسبت سے فائدہ پہنچے.....اس لئے وہ روایت یہاں تحریر کی جارہی ہے۔

امام غزالیؒ تحریر فرماتے ہیں:

''روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ دنیا نے مجھے چھوڑ دیا اور میں بالکل قلاش و مفلس ہو کر رہ گیا ہوں اور سخت محتاجی کی حالت میں ہوں۔ اب فرمائیے کہ میری اس درماندگی کا کیا علاج ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے فلانے تو کہاں پھرتا ہے؟ آخر تیری وہ نماز صلوۃ ملائکہ اور تسبیح کیا ہوئی جس سے روزی حاصل کیا کرتے ہیں؟ اس شخص نے عرض کیا یارسول اللہ! وہ کیا چیز ہے؟ فرمایا..... نماز فجر سے قبل ''سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم وبحمدہ استغفر اللہ'' ایک سو بار پڑھ لیا کرو تا کہ دنیا تمہارے پاس ذلیل وخوار ہو کر آئے گی اس کے علاوہ حق تعالیٰ ہر کلمہ سے ایک فرشتہ پیدا کرتا جاتا ہے جو قیامت تک اُس کی تسبیح پڑھنے میں محو رہتا ہے اور اسکا ثواب تجھے پہنچتا رہے گا'' (نسخۂ کیمیا ترجمہ کیمیائے سعادت ص ۱۲۷۳ حیاء العلوم ص ۱۷۴ ج۔۱)

اس دعاء کے شروع میں..... خواب والی دعاء سے ایک کلمہ زائد ہے۔

اللہ تعالیٰ اس احسان پر بھی..... حضرت استاذ محترمؒ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

.....☆.....☆.....

www.rangoonor.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جہادِ جمیل

جہاد.....بمعنی.....قتال فی سبیل اللہ.....نماز روزہ، حج اور زکوۃ کی طرح اسلام کا ایک محکم اور قطعی فریضہ ہے اس فریضہ کا انکار کفر.....اور فرض عین ہونے کے بعد اسے ترک کرنا فسق ہے.....اور اس کے بارے میں کج بحثی کرنا گمراہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس فریضے کا حکم قرآن پاک میں نازل فرمایا ہے.....اور یہ حکم قطعی ہے.....اور چونکہ اسمیں ''قتال'' کا لفظ استعمال ہوا ہے اس لیے اس کی کوئی ''تاویل'' ممکن نہیں ہے.....اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن پاک میں قتال فی سبیل اللہ کے ہر پہلو کو بیان فرمایا ہے.....اور پوری کی پوری سورتیں.....اس فریضہ کے متعلق نازل فرمائی ہیں.....اور ان سورتوں کے نام بھی.....اسی فریضے کے مختلف پہلوؤں کی نسبت سے رکھے ہیں.....مثلاً سورہ انفال.....انفال مال غنیمت کو کہتے ہیں.....اور مال غنیمت قتال فی سبیل اللہ.....ہی میں حاصل ہوتا ہے۔ یہی حال سورہ الفتح، الحدید، البراۃ، القتال (محمد).....اور النصر وغیرہ کا ہے.....حضرات مفسرین جب بھی قرآن مجید میں ناسخ منسوخ کی بحث چھیڑتے ہیں تو کئی آیات کے بارے میں لکھتے ہیں.....''منسوخ بآیت السیف'' کہ یہ آیت قتال وتلوار والی آیت کے نزول کے بعد منسوخ ہوگئی ہے.....مگر انہوں نے کسی بھی آیت کے متعلق یہ نہیں لکھا کہ جہاد کا حکم دینے والی ہی آیت.....فلاں آیت کے نزول کے بعد منسوخ ہوگئی ہے.....اسی لیے ہم نے عرض کیا کہ ''قتال فی سبیل اللہ''.....ایک محکم اور قطعی فریضہ ہے.....پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود لڑائی اور جنگ کے میدانوں میں نکل کر اس فریضہ کو ادا فرمایا.....اور جب آپ اس دنیا سے تشریف لے جارہے تھے تو اس وقت بھی آپ نے اپنے محبوب صحابی اور منہ بولے پوتے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کی قیادت میں ایک لشکر روانہ فرمایا.....یعنی زندگی کے آخری لمحات تک آپ قتال فی سبیل اللہ کی ترتیب میں مصروف رہے.....اور آپ کے پردہ فرمانے کے فوراً بعد.....آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ''جہادی جھنڈے'' کو حضرت صدیق اکبر

رضی اللہ عنہ نے تھام لیا..... اور انہوں نے فریضۂ قتال کے دامن کو مزید وسعت دی..... اور یہ سلسلہ پورے خیر القرون میں چلتا رہا..... اور خیر القرون سے جڑے ہوئے مسلمانوں کے ذریعے..... یہ سلسلہ انشاء اللہ قیامت تک جاری رہے گا.....

قرآن پاک نے قتال فی سبیل اللہ..... یعنی اللہ تعالیٰ کے راستے میں لڑنے کا جو حکم دیا ہے .....اس کے کئی پہلو خود قرآن مجید سے اور پھر حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل مبارک سے سمجھ میں آتے ہیں..... اور انہیں سے جہاد کی اقسام بھی معلوم ہوتی ہیں..... حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود عملی طور پر..... جہاد کی تمام اقسام میں شرکت فرمائی اور جنگ کے ہر پہلو کو..... اپنے مبارک عمل سے عزت اور شان بخشی..... اور پھر اپنی حکیمانہ تعلیمات کے ذریعے سے امت مسلمہ کو بھی جنگ کے ہر پہلو کے متعلق..... بے مثال ہدایات عطا فرمائیں..... دنیا میں..... ''امن امن'' کا شور مچانے والے بھی جانتے ہیں کہ..... کسی بھی دین اور قوم کو دنیا میں باقی رہنے اور آگے بڑھنے کیلئے..... قوت اور جنگ کی ضرورت پڑتی ہے..... اگر..... جنگ قابل نفرت ہے تو پھر امن کا نام لینے والے اپنے ہتھیار سمندر میں کیوں نہیں ڈال دیتے؟ یورپ کے ادارے جہاں امن کی بات کرتے ہیں وہاں اپنا اکثر خرچہ اسلحہ بیچ کر پورا کرتے ہیں..... امن بلاشبہ اچھی چیز ہے مگر اس کا شرعی..... اور فطری معنی قرآن پاک اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کی روشنی میں سمجھنے کی ضرورت ہے..... اسی لیے ہم دیکھتے ہیں کہ..... فطرت کے جو دشمن امن امن کی رٹ لگا رہے ہیں وہی سب سے زیادہ جنگیں کر رہے ہیں..... اور انہوں نے ہی ''ظلم'' کا بازار گرم کر رکھا ہے..... ان لوگوں کے نزدیک..... امن کا معنی یہ ہیکہ..... بس مسلمان نہتے ہو جائیں..... اور پوری طرح سے..... اپنے دشمنوں کے غلام بن جائیں..... ورنہ ادنیٰ سے ادنیٰ درجے کی عقل رکھنے والا شخص بھی جانتا ہے کہ..... اگر ''جنگ'' بری چیز ہے تو پھر وہ سب کیلئے ''بری'' ہے یہ کیا کہ اگر فلسطین کے مظلوم مسلمان پتھروں سے جنگ کریں تو وہ دہشت گرد اور امریکا ایٹمی حملے کرے تو وہ امن پسند اور مہذب..... دراصل یہ مسئلہ اتنا زیادہ پیچیدہ نہ ہوتا..... اگر مسلمانوں میں وہ لوگ پیدا نہ ہوتے جو کفر سے مرعوب اور دنیا کے طلبگار ہیں..... یہ لوگ مسلمان گھرانوں میں پیدا ہو تو گئے..... مگر انہوں نے اسلام کو کبھی دل سے تسلیم نہیں کیا..... اور ان کے نزدیک انسان کی ترقی یہی ہے کہ..... اس کے پاس دنیا کی بہت ساری غلاظت جمع ہو جائے..... یہ طبقہ چونکہ ''دنیا'' چاہتا ہے جب کہ جہاد میں ''قربانی'' ہے اس لیے یہ طبقہ.....

جہاد کی مخالفت کرتا ہے..... اور اس کے مفہوم کو بگاڑتا رہتا ہے..... حالانکہ ہمارے اسلاف نے تو قرآن وسنت میں غور کر کے اعلان فرمادیا ہے کہ..... جس شریعت میں قتال فی سبیل اللہ نہ ہو وہ شریعت کامل ترین ہو ہی نہیں سکتی..... چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اپنی مایہ ناز کتاب حجۃ اللہ البالغہ میں لکھتے ہیں:

''جاننا چاہئے کہ تمام شرائع میں زیادہ کامل اور تمام وہ شریعت ہے جس میں جہاد کا حکم پایا جائے۔''

(حجۃ اللہ البالغہ ۵۴۶)

وہ حضرات جن کو قتال فی سبیل اللہ کے متعلق وساوس کا مرض ہے انہیں چاہئے کہ حجۃ اللہ البالغہ میں جہاد کا باب پڑھیں..... حضرت شاہ صاحبؒ نے مختصر الفاظ میں..... اس سمندر کو بند کرنے کی کوشش فرمائی ہے..... اور مجاہدین کو ملائکۃ اللہ کے ساتھ تشبیہ دی ہے..... اور جہاد کو ''خصوصی رحمت'' قرار دیا ہے۔

مگر وہ لوگ جن کی نظروں سے ''اسلام کی عظمت'' کا جذبہ..... اور آخرت کی زندگی اوجھل ہوجاتی ہے..... وہ سورج سے زیادہ چمکدار..... اس حقیقت کو نہیں سمجھتے..... حالانکہ سوچنے کی بات ہے کہ..... صدر پرویز مشرف کی حکومت صرف اور صرف اسلحے اور طاقت کے زور پر قائم ہے..... اگر پانچ سات لاکھ افراد..... صدر پرویز کی حکومت کو بچانے کیلئے اسلحہ اٹھاتے ہیں تو یہ اچھا عمل ہے اور اگر چند افراد..... اسلام اور مسلمانوں کیلئے اسلحہ اٹھائیں تو یہ غلط ہے..... آخر اس ''کج فہمی'' کی کیا گنجائش ہے؟..... اگر صدر پرویز کے نزدیک اسلحہ جنگ اور لڑائی سب غلط ہیں..... اور میراتھن ریس..... کرکٹ..... اور فلمیں..... انسانیت کے لئے ضروری ہیں تو وہ جرأت کا مظاہرہ کریں..... اور اپنے گرد فوج کو ہٹالیں اور نیکر پوش لڑکیوں اور اداکاروں کے ذریعے حکومت چلائیں..... کیا خیال ہے..... ایسا اقتدار..... ایک گھنٹہ بھی قائم رہ سکتا ہے؟..... معلوم ہوا کہ اسلحہ اور جنگ کے خلاف آگ اگلنے والوں کا اپنا وجود..... اسلحہ اور جنگ کا محتاج ہے..... ورنہ ان کی باتیں ماننا تو درکنار..... کوئی سننا بھی گوارہ نہ کرے..... دنیا میں سے ''دشمنی'' اور ''جنگ'' کبھی ختم نہیں ہوسکتی..... اللہ تعالیٰ نے جنت سے جب پہلے انسان کو زمین پر اتارا تو ساتھ ''دشمنی'' بھی اتری..... خود قرآن پاک اس پر گواہ ہے..... اھبطوا منھا جمیعا بعضکم لبعض عدو ۔تم جنت سے زمین پر اترو..... تم میں سے بعض بعض کے دشمن ہوں

گے..... جب ایک چیز ''فطرت'' میں لکھی ہوئی ہے تو اس سے ''فرار'' کس طرح ممکن ہے..... یا..... دنیا میں کوئی ایسا با اثر اور مفید شخص دکھایا جائے..... جس کے دشمن نہ ہوں یا وہ کسی کا دشمن نہ ہو..... جس کا بھی..... مضبوط وجود ہوگا..... اس کے دشمن ضرور ہوں گے..... اسلام ایک مضبوط دین..... اور نظام ہے..... اور مسلمان دنیا کی سب سے بڑی قوم ہے..... یہ کیسے ممکن ہے کہ..... اسلام اور مسلمانوں کے دشمن نہ ہوں..... آپ اسلام کو جتنا بدل دیں..... اور مسلمان کو جتنا ''کافر'' بنادیں..... تب بھی اسلام اور مسلمان کا نام ہی ایسا ہے کہ..... اللہ کے دشمن ان سے دشمنی اور عداوت کرتے رہیں گے..... خیر یہ ایک الگ موضوع اور داستان ہے..... بات یہ چل رہی تھی کہ دشمنی اور جنگ ضرور ہوتی ہے..... اب انسان کی سعادت یہ ہے کہ اس کی دشمنی اور جنگ اللہ کیلئے ہو..... اور انسان کی بدبختی یہ ہے کہ..... اس کی دشمنی اور جنگ..... طاغوت اور شیطان کے حق میں ہو..... آج جو روشن خیال مسلمان..... امریکہ کی خاطر لڑ رہے ہیں اور مر رہے ہیں..... وہ بھی تو آخر..... امریکہ کے دشمنوں سے جنگ اور دشمنی..... رکھتے ہیں جبکہ..... مجاہدین..... یہی دشمنی اور جنگ اللہ کے لئے..... اور دین کے لئے کرتے ہیں..... ہر شخص کا اپنا اپنا نصیب ہے..... اور مرنے کے بعد سب نے اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہو کر..... اپنے اعمال کو اپنے سامنے حاضر پانا ہے..... مگر معمولی سی عقل بھی یہ فیصلہ دے سکتی ہے کہ جب زمانے کے طاغوت کی خاطر..... اسلحہ اٹھانا درست سمجھا جارہا ہے..... حالانکہ یہ غلط ہے..... تو پھر دین کی خاطر اسلحہ اٹھانے کو کیوں برا کہا جاتا ہے؟..... اب ہم واپسی اس بات کی طرف لوٹتے ہیں جو شروع میں عرض کی تھی کہ..... قرآن پاک نے جہاد کے کئی پہلو اور شعبے بتائے ہیں..... اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تمام پہلوؤں کو اپنے عمل مبارک سے زندہ فرمایا ہے..... اور قیامت تک کے خوش نصیب..... مجاہدین..... جہاد کے ان تمام شعبوں کو زندہ رکھیں گے..... عصر حاضر میں جن خوش نصیب افراد کو اس ''مکمل جہاد'' کی سعادت حاصل ہوئی انمیں..... میرے محبوب استاذ محترمؒ حضرت اقدس مولانا مفتی محمد جمیل خان صاحب نور اللہ مرقدہ بھی تھے..... انہوں نے اللہ تعالیٰ کی خاص توفیق سے..... جہاد میں قدم رکھا..... اور پھر..... اچھے برے حالات میں ان کا یہ قدم آگے ہی بڑھتا رہا..... یہاں تک کہ انہوں نے جہاد کے سب سے اونچے مقام کو پالیا..... حضرت استاذ محترمؒ نے جہاد کے جن شعبوں میں اپنا قیمتی حصہ ڈالا..... آیئے ان پر ایک مختصر سی نظر ڈالتے ہیں.....

جہاد بالنفس

جہاد کا سب سے اونچا درجہ یہ ہے کہ اپنی جان سے جہاد کیا جائے.....یعنی انسان خود اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر میدان میں کودے.....دشمن کے سامنے سینہ سپر ہو.....اور اپنے آپ کو تیروں تلواروں بموں اور گولیوں کے سامنے پیش کرے..... اور موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے..... یہ جہاد سب سے مشکل اور کٹھن ہے.....اور اس میں سب سے بڑی یعنی جان کی قربانی ہے.....قرآن وسنت اس جہاد کی فضیلت سے بھرے پڑے ہیں.....اور کوئی عمل اس کے برابر نہیں ہے.....اللہ تعالیٰ نے اپنے پاک نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خود اپنی جان سے جہاد کرنے کا حکم دیا.....اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے پورا فرمایا.....اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ستائیس جنگوں میں تشریف لے گئے.....آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود لڑائی میں حصہ لیا.....اور اپنے لشکر کی کمان فرمائی.....اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم زخمی بھی ہوئے.....آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس شجاعت اور بہادری کے ساتھ ان جنگوں میں شرکت کی..... وہ تاریخ شجاعت کا ایک انمول اور بے نظیر باب ہے..... آقا مدنی صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کی پیروی کرتے ہوئے.....میرے محبوب استاذ محترم نوراللہ مرقدہ نے بھی.....عملی جہاد میں حصہ لیا.....اور کئی بار اپنی جان کو شدید خطرات میں ڈالا.....اور اگلے مورچوں پر جا کر داد شجاعت دی..... مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ایک بار آپ علماء کرام کے ایک وفد کو لیکر ''خوست'' تشریف لائے اس وقت خوست کا شہر فتح نہیں ہوا تھا۔ البتہ اس کے مضافاتی علاقے مجاہدین کے کنٹرول میں تھے..... مجاہدین خوست پر فیصلہ کن حملہ کرنے کی تیاری میں تھے.....دشمن اس بات سے باخبر تھا.....اور اسے معلوم تھا کہ خوست کا مجاہدین کے ہاتھ لگنا.....اس کے لئے کس قدر نقصان دہ ہے.....بلکہ بعض جنگی ماہرین تو یہاں تک کہتے تھے کہ فتح خوست فتح کابل کی کنجی ہوگی.....اور ایسا ہی ہوا کہ ادھر خوست فتح ہوا اور ادھر چند دن بعد.....کابل میں مجاہدین کی اذانیں گونجنا شروع ہوگئیں..... حضرت استاذ محترمؒ..... جب تشریف لائے تو خوست پر حملے کی تیاری تھی.....اور حالات کافی کشیدہ تھے.....روسی طیارے دن میں کئی کئی بار آتے.....اور مجاہدین کے ٹھکانوں پر.....ٹنوں وزنی بم برساتے.....اور ایک ہی آن میں تین تین سو گرنیڈ بم فائر کرتے.....بعض اوقات یہ طیارے رات کو بھی آدھمکتے.....اور روشنی کے بم گرا کر اُن کی روشنی میں.....مجاہدین کو نشانہ بناتے.....حضرت استاذ محترمؒ.....اگلے مورچوں پر تشریف لے گئے.....مجاہدین نے اکراماً

محفوظ مقام پر ٹھہرایا تو..... پورے جذبے کے ساتھ آگے بڑھے اور طیاروں کی بمباری کے دوران آگے بڑھتے ہی چلے گئے..... ساتھی روکتے تو آپ مسکرا کر فرماتے..... میاں ہمیں شہادت کا ڈر نہیں ہے..... کیونکہ..... ہمارے پاس وفاق المدارس کی سند ہے..... یہ حضرت کا خاص مزاح تھا..... جس میں علماء کی طرف اشارہ کرتے تھے کہ علماء شہید نہیں ہوتے..... حضرت استاذ محترمؒ جب اس سفر سے واپس ہوئے تو میں نے مجاہدین کو دیکھا کہ..... حسرت اور خوشی کے ساتھ ان کا تذکرہ کر رہے تھے کہ یہ بہت بہادر عالم دین ہیں..... ورنہ..... عام سادہ دل مجاہد..... جب نئے آنے والے مہمانوں کو بمباری میں بدحواس ہو کر دوڑتا دیکھتے تھے تو بعض اوقات..... مزاح کرتے تھے..... اور کسی قدر تنقید بھی..... حالانکہ..... ہر نیا آدمی خواہ وہ کتنا ہی بہادر کیوں نہ ہو..... جب اچانک بموں اور گولیوں کی ''افتاد'' دیکھتا ہے تو گھبرا جاتا ہے..... جسطرح حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب لاٹھی کو اچانک سانپ بنتے دیکھا تو کچھ گھبرا سے گئے..... جس پر فرمایا گیا کہ آپ نہ ڈریں..... نہ گھبرائیں..... مگر دشمن کے سامنے مورچہ زن..... سیدھے سادے مجاہدین کا انداز کچھ مختلف ہوتا ہے..... ان کی خواہش ہوتی ہے کہ ان کی طرح کوئی بھی..... بم گولی سے نہ ڈرے..... مگر ایسا نہیں ہوتا..... اور نئے آنے والے بعض اوقات ڈر جاتے ہیں..... تب..... ان مجاہدین کو اپنی خوش گپیوں کیلئے ایک دلچسپ موضوع مل جاتا ہے..... مگر حضرت استاذ محترمؒ نے جس طرح سے پیش قدمی کی..... اور آگے بڑھتے گئے..... یہاں تک کہ ایک جگہ گرنے کی وجہ سے چوٹ بھی لگی..... جبکہ اوپر سے تڑا تڑ گرنیڈ بم برس رہے تھے تو پرانے مجاہدین بھی حیران رہ گئے..... اور بعد میں کئی دن تک اس کا تذکرہ کرتے رہے..... کراچی کے آرام دہ ماحول میں پلنے والا..... ایک متمول گھرانے کا عالم دین..... اس قدر جراتمند ہوگا..... ایسا ان کے گمان میں نہیں تھا..... حضرت استاذ محترمؒ کا عملی جہاد میں شرکت کا سفر..... ہمیشہ مختصر ہوتا تھا..... مگر..... یہ مسلسل جاری رہا..... آپ نے کبھی اپنی جان کو..... اتنا قیمتی اور ضروری نہیں سمجھا کہ..... اللہ تعالیٰ کے حضور بھی اسے پیش نہ کر سکیں..... آپ نے بارہا عملی جہاد میں شرکت کی..... اور اس وعید سے بچنے کا سامان کیا کہ..... جو شخص خود بھی لڑائی میں حصہ نہ لے اور نہ اس کے دل میں اس کا شوق ہو تو وہ منافقت کے ایک حصے پر مرے گا..... (کمافی الحدیث رواہ مسلم) آپ نے خوف کے ان مقامات پر ثابت قدمی دکھا کر..... علماء کرام کو سرخرو کیا..... اور ان بے شمار فضائل کو حاصل کیا جو عملی جہاد کے ایک ایک لمحے پر..... بارش کی طرح برستے ہیں..... غبار کا

اجر..... مٹی کا اجر..... چلنے کا اجر..... تیر، گولی چلانے کا اجر..... آگے بڑھنے کا اجر..... اس دوران ذکر کا خاص اجر..... خوف محسوس ہو تو اس کا اجر..... اور بہت کچھ..... میں نے پہلے بھی عرض کیا کہ..... اللہ تعالیٰ نے حضرت استاذ محترمؒ..... کے ساتھ بہت سخاوت کا معاملہ فرمایا..... اور انہیں ہر طرف سے..... اور ہر پہلو سے خوب خوب نوازا.....

جہاد بالمال

جہاد میں دوسرا درجہ جہاد بالمال کا ہے..... بعض اہل علم نے اسے..... جہاد بالنفس سے بھی مقدم قرار دیا ہے..... مگر زیادہ درست یہی ہے کہ اس کا درجہ..... جان سے جہاد کرانے کے بعد ہے..... ہاں جو شخص اپنی جان بھی لگائے اور اپنا مال بھی..... تو..... اس کا درجہ سب سے بڑھ کر ہے..... حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی..... اپنے مال سے جہاد فرمایا..... اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسی ذوق کی بدولت کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم..... جہاد میں خوب خوب مال خرچ فرماتے تھے..... مسلمانوں کا لشکر آئے دن قوت پکڑتا گیا..... اور اسباب سے مالا مال ہوتا چلا گیا..... غزوہ بدر میں اسلامی لشکر کے گھوڑوں کی تعداد..... دو تھی..... جبکہ غزوہ تبوک تک یہ تعداد..... دس ہزار ہو چکی تھی..... حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ذوق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ورثا علماء کرام میں بھی منتقل ہوا..... اور وہ بھی اس بات کا جنون کی حد تک شوق رکھتے ہیں کہ ان کا مال جہاد میں خرچ ہو۔

نیز حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم جہاد کیلئے اموال بھی جمع فرمایا کرتے تھے..... آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ تبوک کے موقع پر..... خود اپنی چادر پھیلا کر..... صحابہ کرام کو اموال جمع کرنے کی ترغیب دی..... خلاصہ یہ ہوا کہ جہاد بالمال کے پھر دو شعبے ہیں..... ایک یہ کہ اپنا مال خرچ کیا جائے..... اور دوسرا یہ کہ..... مالدار مسلمانوں کو ترغیب دی جائے کہ وہ جہاد میں اپنے اموال خرچ کریں۔

اللہ تعالیٰ نے میرے محبوب استاذ کو..... جہاد بالمال کی بھی خوب خوب توفیق عطا فرمائی..... آپ اپنا مال تو خرچ کرتے ہی تھے..... ساتھ ساتھ دوسرے لوگوں کو بھی اس کی ترغیب دیتے تھے..... جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کے طلبہ کا قافلہ جب پہلی بار افغانستان گیا تو وہاں مجاہدین قلت وسائل کا شکار تھے..... پوری تنظیم کے پاس صرف دو گاڑیاں تھیں اور..... دونوں بہت کمزور اور پرانی..... تب..... معسکر کے ذمہ دار مولانا نعیم بیگ کراچی آئے

اورانہوں نے.....نئی گاڑی کا تقاضہ رکھا.....ان دنوں.....گاڑیوں اور پیسوں کی ویسی ریل پیل نہیں تھی.....جس طرح ..... بعد میں ہوگئی.....خود حضرت استاذ محترمؒ بھی موٹر سائیکل ..... استعمال کرتے تھے.....مگر جب یہ تقاضا سامنے آیا تو آپ نے ایک نیا سنگل کیبن ڈالا خرید کر معسکر بھجوادیا.....اور خود کافی دن تک محنت کر کے اس کی رقم پوری کرتے رہے۔

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے جب افغانستان پر.....طالبان کا سنہرا.....دور آیا تو آپ نے ان کے ساتھ بھی ہر طرح کا تعاون کیا اور حضرت امام المجاہدین شامزئی کے ساتھ آپ بھی طالبان کی حمایت اور تعاون میں شریک رہے.....جیش محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام عمل میں آیا تو آپ نے اس کے ساتھ بھی خوب تعاون فرمایا.....اور رمضان المبارک کی ستائیسویں شب.....حضرت لدھیانوی شہید کی مسجد میں بندہ کے بیان کے بعد.....خود چندے کا اعلان فرمایا.....اور لوگوں کو بھرپور ترغیب دی.....

بیعت علی الجہاد

جہاد کا ایک اہم پہلو.....اور شعبہ بیعت علی الجہاد.....بیعت کا یہ عمل.....مسلمانوں کو منظّم اور ان کے طاقتور دشمنوں کو مرعوب وخوفزدہ کرتا ہے..... بیعت ہی کے اسی عمل سے مجاہدین کی ''جماعت'' بنتی ہے۔اور جب جماعت بن جاتی ہے تو اسے اللہ تعالیٰ کا ہاتھ.....یعنی اس کی تائید نصیب ہوتی ہے.....قرآن پاک میں بیعت علی الجہاد کا تذکرہ موجود ہے.....اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ''بیعت رضوان'' کے موقع پر صحابۂ کرامؓ سے موت پر.....اور ثابت قدم رہنے پر بیعت لی.....امت مسلمہ میں جب بھی ''بیعت علی الجہاد'' ہوئی اور بیعت کرنے والوں نے اسے نبھایا تو زمین پر بڑی بڑی.....مثبت اور مفید تبدیلیاں رونما ہوئیں اور ہر بیعت کا اثر ضرور ظاہر ہوا.....مگر کسی کا فوراً اور کسی کا کچھ زمانہ بعد.....حضرت استاذ محترمؒ نے بھی.....اس مبارک طریقے کو زندہ فرمایا.....اور کراچی کی الفلاح مسجد میں.....حضرت لدھیانوی شہیدؒ.....اور حضرت شامزئی شہیدؒ کے بعد.....جس شخص نے روتے ہوئے اپنے دونوں ہاتھ بیعت کیلئے آگے بڑھائے.....وہ حضرت مفتی جمیل خان شہیدؒ تھے.....یہ بیعت کس سے ہوئی.....اس کا تذکرہ فضول ہے.....کیونکہ یہ بیعت.....بیعت کرنے والوں کا بلند مقام واضح کرتی ہے.....نہ کہ کچھ اور .....

دعوتِ جہاد

جہاد کا ایک اہم شعبہ..... دعوت الی الجہاد..... کا ہے..... اللہ تعالیٰ نے اپنے پاک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن پاک میں دو جگہ اس کا حکم فرمایا ہے..... اور اس میں ''حَرِّضْ'' ..... کا لفظ استعمال فرمایا ہے..... اس لفظ کی مکمل تشریح بندہ اپنے ایک اور مضمون میں عرض کر چکا ہے..... اس لیے یہاں..... اسے نہیں دہرایا جاتا..... خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ..... آپ مسلمانوں کو قتال فی سبیل اللہ کی ایسی پرزور دعوت دیجئے جو ان کی رگوں میں ایک نئی زندگی..... اور جذبہ دوڑا دے..... اور ان کے اندر سے..... حب دنیا کی کمزوری..... اور بیماری کو باہر نکال دے..... اور اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا شوق..... اور شہادت کا جذبہ ان کے اندر موجزن کر دے..... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے..... تحریض علی القتال کے اس فریضے کو..... بہت احسن طریقے پر پورا فرمایا..... اور آپ نے صحابہ کرام کو جہاد کی ایسی دعوت دی کہ..... اس زمانے میں..... اپنے گھر بستر پر مرنا..... ایک عیب شمار ہونے لگا..... اور صحابہ کرامؓ کی قبریں..... پوری دنیا میں پھیل گئیں..... اور وہ شہادت کی طرف یوں لپکتے تھے کہ کیا پروانہ شمع کی طرف لپکتا ہوگا..... حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عمل..... یعنی..... تحریض علی القتال..... امت کے علماء میں بھی منتقل ہوا..... اور اس بے حد فضیلت والے عمل میں سے..... حضرت استاذ محترمؒ کو بھی حصہ ملا..... آپ نے تقریر و تحریر کے ذریعے جہاد کی خوب دعوت دی..... اور زندگی کے آخری لمحات تک دیتے رہے..... اور آپ کی یہ دعوت اس قدر مؤثر اور طاقتور تھی کہ..... عالمی کفریہ طاقتوں نے آپ کا نام..... جہاد کے ''ماسٹر مائنڈ'' کے طور پر اپنی ''کلنگ لسٹ'' میں لکھ لیا.....

حضرت استاذ محترمؒ نے..... طالبان کا اہل حق میں تعارف کرانے کیلئے..... ایک بہت موثر اور دلچسپ کتابچہ لکھا..... مثالی حکومت کے مثالی حکمران..... طالبان..... میں نے یہ رسالہ انڈیا میں قید کے دوران پڑھا..... اور مجھے اسکی بدولت طالبان کے متعلق کافی معلومات حاصل ہوئیں..... آپ اپنے مضامین میں جہاد کی دعوت دیتے رہے..... اور مجاہدین کے جلسوں کو بھی رونق بخشتے رہے..... اہل پاکستان کو یاد ہوگا کہ..... کچھ عرصہ پہلے گوجرانوالہ کے شیرانوالہ باغ میں..... خدام الاسلام نے..... نامساعد حالات کے باوجود..... ایک بڑے جہادی اجتماع کا انعقاد کیا تھا..... اس اجتماع میں..... جرنیل تحریک کشمیر غازی بابا شہیدؒ..... اور کمانڈر شاہزیب شہیدؒ کے والدین کی دستار بندی کی گئی تھی..... یہ بہت بڑا اجتماع تھا..... اور اس میں مسلمانوں کے جذبات کا

عجیب عالم تھا..... مجھے یہ بات لکھتے ہوئے بے حد خوشی..... محسوس ہورہی ہے..... اور دل میں جدائی کا غم پھر کروٹیں لینے لگا ہے کہ..... اس بڑے اجتماع کی صدارت استاذ محترم حضرت مفتی محمد جمیل خان صاحب شہیدؒ نے فرمائی..... آپ نے مجاہدین کے اصرار پر ''خلاف عادت'' کرسی صدارت کو رونق بخشی..... آپ نے جلسہ سے خطاب بھی فرمایا..... شہید کے والدین کی دستار بندی بھی کی..... اور اجتماع کے اختتام پر رقت آمیز دعاء کرائی..... اور اس اجتماع سے واپسی پر..... ڈسکہ میں مجاہدین کے مرکز کا دورہ بھی کیا..... کراچی میں سالار اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کانفرنس کے دوران بھی آپ نے یادگار خطاب فرمایا..... اور عالم کفر کے علاوہ ان کے حامیوں کو بھی للکارا.....

بڑے اجتماعات کے علاوہ..... آپ مجاہدین کی تربیتی نشستوں میں بھی..... کیمیا اثر اصلاحی بیانات فرماتے رہے..... آپ کے ان بیانات کی بدولت مجاہدین فسق وفجور..... اور تفریق ونزاع کے فتنوں سے بچنے میں قوت محسوس کرتے تھے..... بلکہ..... بڑے جلسوں کی بجائے آپ تربیتی نشستوں میں زیادہ جم کر..... اور زیادہ مفصل بیان فرماتے تھے..... آپ کے بعض اصلاحی جہادی بیانات کیسٹوں میں بھی محفوظ ہیں..... جنہیں ان شاء اللہ جلد شائع کرنے کی ترتیب بنائی جائے گی..... آپ کی دعوت جہاد کا سب سے اہم پہلو بلکہ کارنامہ یہ ہے کہ آپ ان بڑے حضرات..... اور اکابر کو..... جہاد میں چلنے..... اور مجاہدین کی حمایت کرنے پر تیار کر لیتے تھے..... جن تک..... عام مجاہدین کی رسائی ممکن نہیں ہوتی تھی..... اور اگر رسائی ہو بھی جاتی تو ادب کی وجہ سے ان کے سامنے ''دعوت'' پیش کرنا ممکن نہیں ہوتا تھا..... مگر..... حضرت استاذ محترمؒ چونکہ اکابر کے خادم..... اور ان کے محبوب تھے..... اس لیے وہ جہاد میں اکابر کی شرکت اور تائید آسانی سے حاصل کر لیتے تھے..... اور یوں..... مجاہدین کے حوصلے اوج ثریا کو چھونے لگتے..... اس طرح سے آپ دعوت جہاد میں بھی ایک فائق..... اور نمایاں مقام رکھتے تھے..... اللہ تعالیٰ آپ کے درجات عالیہ میں مزید بلندی عطا فرمائے.....

جہادی تحریکوں کی حمایت

جہاد کا ایک پہلو..... مجاہدین کی نصرت..... ان کے اہل خانہ کی دیکھ بھال..... اور ان کے موقف کی حمایت ہے..... جہاد چونکہ ایک بہت ہی مشکل عمل ہے..... خود قرآن پاک نے اسے ''کرہ''..... نفس پر بھاری گزرنے والا عمل قرار دیا ہے..... اس لیے مجاہدین کو نصرت اور حمایت

کی بے حد ضرورت پڑتی ہے..... اور مجاہدین کی نصرت وحمایت بھی جہاد میں ''کسی قدر'' شرکت کا ایک ذریعہ ہے..... شریعت میں اس عمل کے فضائل اپنی جگہ..... جبکہ موجودہ زمانہ میں اس کی ضرورت اور افادیت اور زیادہ بڑھ گئی ہے۔ کیونکہ دشمنان اسلام کی خواہش..... اور کوشش ہے کہ مسلمانوں کو ایک دوسرے سے توڑے رکھیں..... اور انہیں ایک دوسرے کے قریب نہ آنے دیں..... قومیت ووطنیت کے نعرے..... اور لسانیت وعلاقائیت کا تعصب..... یہ سب کچھ مسلمانوں کو ایک دوسرے سے الگ رکھنے کیلئے ہے..... اسی سلسلے کی ایک کڑی..... مختلف جہادی تحریکوں کو بدنام کرنا ہے..... تاکہ مجاہدین کی حمایت..... مسلمانوں میں کم ہو..... اور تب انہیں ختم کرنا آسان ہو جائے..... ہمارے ملک میں جہاد افغانستان کے خلاف طرح طرح کے وساوس پھیلائے گئے تھے..... کوئی اسے روس امریکہ کی جنگ کہتا تھا..... اور کوئی اسے پختونوں کی خانہ جنگی..... الغرض جتنے منہ اتنی باتیں.....

اسی طرح جہاد کشمیر کیخلاف بھی وساوس کا ایک انبار ہے..... جو آئے دن بڑھتا ہی جا رہا ہے..... یہی حال دیگر جہادی تحریکوں کا ہے..... ان حالات میں مجاہدین کو..... اللہ تعالیٰ کی نصرت کے بعد..... جس چیز کی سب سے زیادہ ضرورت ہوتی ہے..... وہ ہے مسلمانوں کی طرف سے موثر حمایت..... اس حمایت کی وجہ سے تحریکیں جڑی رہتی ہیں اور خوب زور پکڑتی ہیں..... سچے مسلمان ہمیشہ اس حقیقت کو سمجھتے ہیں..... اور جہادی تحریکوں..... اور مجاہدین کی حمایت کر کے خوب خوب اجر کماتے ہیں..... اور اپنی ملی اور شرعی ذمہ داری کو پورا کرتے ہیں..... جبکہ..... نتائج وعواقب سے غافل طبقہ عالمی میڈیا..... اور سنی سنائی باتوں کے چکر میں پھنس کر..... جہادی تحریکوں..... اور مجاہدین کی مخالفت میں اپنی آواز شامل کر لیتا ہے..... اور یوں وہ غیر محسوس طریقے پر..... کفر..... اور کافروں کا مفت خدمت گزار..... اور اسلام اور مسلمانوں کی دشمنی میں..... حصہ دار بن جاتا ہے..... یہ بہت سمجھنے کی بات ہے..... اللہ پاک ہم سب کو اس کی سمجھ عطا فرمائے..... آج جبکہ میڈیا پر کفر کا قبضہ ہے تو کیا خیال ہے..... وہ اپنے دشمنوں یعنی مجاہدین کو بدنام نہیں کرے گا؟..... وہ بدنام کرتا ہے اور عام مسلمانوں اس کا ساتھ دیتے ہیں..... حالانکہ سوچنے کی بات یہ ہے کہ..... اگر جہادی تحریکیں اور مجاہدین اتنے برے ہوتے تو پھر وہ کفریہ طاقتوں کا اتنی ہمت وقوت سے مقابلہ کس طرح کرتے؟..... خیر یہ ایک الگ..... اور طویل موضوع ہے..... جبکہ یہاں یہ عرض کرنا مقصود ہے کہ..... جہاد اور مجاہدین کی حمایت اور جہادی

تحریکوں کے ساتھ ہمدردی اور تعاون..... یہ بھی..... جہاد میں..... ''کسی قدر'' شمولیت کا ایک بہترین ذریعہ ہے..... اور یہ کام جتنا افضل ہے اس قدر مشکل بھی ہے..... کیونکہ پورا عالم کفر..... اور سارے منافقین..... جہاد، مجاہدین اور اسلامی تحریکوں کے دشمن ہیں..... اور وہ ہر وقت ہر طرح سے..... جہاد..... اور مجاہدین کو بدنام کرتے رہتے ہیں..... ایسے حالات میں..... ان کے مکروہ پروپیگنڈہ سے متاثر نہ ہونا اور..... مکڑی کے جالے کی طرح پھیلی ہوئی چھوٹی باتوں کو نظر انداز کر کے..... جہاد اور مجاہدین کی حمایت جاری رکھنا بے حد مشکل کام ہے..... اور یہ کام..... اللہ پاک کے وہی مقرب بندے کر سکتے ہیں جن کے دل..... ایمان کے نور سے منور اور زندہ ہوں.....

حضرت استاذ محترمؒ نے ہمیشہ..... جہاد..... مجاہدین اور جہادی تحریکوں کی حمایت فرمائی..... افغانستان کا جہاد ہو یا جہاد کشمیر..... چیچنیا کی تحریک ہو یا برما کی..... فلسطین کا جہاد ہو یا تاجکستان کا..... آپ صرف اور صرف مجاہدین کے ساتھ تھے..... چنانچہ..... جہاں خود شرکت ممکنہ ہوئی آپ نے شرکت فرمائی..... جہاں مال پہنچا سکتے تھے وہاں مال پہنچایا..... اور جہاں اپنی زبانی حمایت دے سکتے تھے وہاں اس سے بخل نہیں کیا..... اس سلسلے میں کئی واقعات ہیں..... جو انشاء اللہ کبھی نہ کبھی ضرور لکھے جائیں گے.....

جہادی تحریکوں..... اور مجاہدین کے ساتھ تائید وحمایت کے بارے میں..... حضرت استاذ محترمؒ کا یہ طرز عمل..... سب علما کرام کیلئے نمونہ عمل ہے..... آج جبکہ ہمارے ملک کے حکمران..... ہمیں یہ غلط سبق پڑھا رہے ہیں کہ ہم دنیا بھر کے مسلمانوں کے ٹھیکے دار نہ بنیں..... اور نہ ان کے غموں میں شریک ہوں..... اور نہ ان کی حمایت کریں..... اور نہ ان کے درد میں تڑپیں..... تو ایسے وقت میں..... ہمیں ایک سچے مسلمان ہونے کا ثبوت دیتے ہوئے..... اس غلط اور ناپاک سبق کو مسترد کر دینا چاہئے..... ہم مسلمان ہیں..... اسلام ہی ہمارا فخر ہے..... اور اسلام ہی ہمارا سرمایہ ہے..... اور دنیا بھر کے مسلمان..... ایک ہیں..... ایک خاندان، ایک برادری..... اور ایک قوم..... ہم سب مسلمان بھائی بھائی ہیں..... اور ہمیں سکھایا گیا ہے کہ..... ہم ایک ایسے حساس جسم کی طرح رہیں..... جس کے ایک عضو کو تکلیف ہو تو باقی پورا جسم اس تکلیف کو محسوس کرے..... اور اس کے درد میں شریک ہو..... اور ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم کافروں کو خوش کرنے کیلئے مسلمانوں کو نہ ستائیں..... اور نہ اپنے مسلمان بھائیوں کو پکڑ کر کافروں کے سپرد کریں..... حضرت مفتی محمد جمیل

خان شہیدؒ.....اسی فکر کی روشنی میں رنگے ہوئے تھے.....اور ہم سب کی بھی دینی، ایمانی.....اور شرعی ذمہ داری ہے کہ ہم بھی.....''خود غرض جانور'' بننے کی جائے.....خوگرِ ایثار مسلمان بنیں.....

بس انہیں چند الفاظ پر.....''جہاد جمیل'' کا تذکرہ ختم کرتے ہیں.....حدیث شریف کے مطابق اسلام کی بلند ترین چوٹی جہاد فی سبیل اللہ ہے و ذروۃ سنامہ الجھاد ۔اور جہاد کی بلند ترین چوٹی.....شہادت ہے.....حضرت مولانا مفتی محمد جمیل خان شہیدؒ.....ایک اونچے مسلمان تھے.....آپ علم، معرفت، عشق اور خدمت کے راستوں سے اسلام کی بلند ترین چوٹی.....''جہاد'' تک جا پہنچے آپ نے اپنی روح کو خوشبوئے جہاد سے اور اپنے جسم کو آثار جہاد سے سجایا.....دنیا کے طاقتور کافروں کی دشمنی مول لی.....اور راہ جہاد پر ڈٹے رہے.....اور بالآخر شہادت پا کر.....جہاد کے بھی سب سے اونچے مقام کو پالیا.....ایمان اسی کو کہتے ہیں.....اور مردانگی اسی کا نام ہے.....

اللہ رب العالمین ان کے جہاد.....اور ان کی شہادت کو قبول فرمائے.....

آمین یا رب الشھداء والمجاھدین

.....☆.....☆.....

www.rangoon.com

تحفظِ ختم نبوت

حضرت بنوریؒ کے ''اخلاصی سلسلہ'' کی ایک اور صفت ''عشق رسول ﷺ'' ہے اور ''عشق رسول'' کی یہ داستان بہت طویل اور دلگداز ہے..... یہاں اس کا مختصر سا تذکرہ..... استاذ محترم حضرت اقدس مولانا بدیع الزمان صاحبؒ..... حضرت بنوریؒ کے رفیق کار..... اور جامعۃ العلوم الاسلامیہ کے مایہ ناز استاذ تھے..... طالب علمی کے زمانہ میں ہم نے ان جیسا ''متبع سنت'' اللہ والا کوئی اور نہیں دیکھا..... انہوں نے اپنی ایک ایک ادا کو سنت کے مطابق بنانے کی بھرپور کوشش کی..... اور بحمد اللہ اس میں کامیاب رہے..... اس لئے ان کی شخصیت میں ایک خاص نور، محبت ..... اور رعب محسوس ہوتا تھا..... وہ سبق پڑھانے کے دوران طلباء کو بھی عشق رسول ﷺ کے رنگ میں رنگنے کی محنت فرماتے..... ہدایۃ النحو..... نور الیقین وغیرہ کے درس کے دوران انہوں نے ..... جو..... دعائیں اور ادائیں سکھائیں وہ آج تک یاد ہیں..... وہ خود عمل والے تھے اس لئے ان کے اقوال میں بلا کا اثر تھا..... ہر بات سیدھی دل تک پہنچتی تھی..... اور جگہ بنا لیتی تھی..... وہ چونکہ سچے ''عاشق رسول'' تھے اس لئے انہوں نے دنیا میں دکھ بھی بہت دیکھے (جیسا کہ بعض احادیث مبارکہ سے سمجھ میں آتا ہے) ایک بار انہوں نے دوران درس اپنا خواب سنایا..... آقا مدنی ﷺ جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کے باغیچے میں تشریف فرما ہیں ..... اور حضرت بنوریؒ ان کے قریب کھڑے ہو کر لوگوں کو پکار پکار کہہ رہے ہیں..... **ایھا الناس ھذا رسول اللہ ﷺ** ..... اے لوگو..... یہ اللہ کے رسول ﷺ ہیں..... فرمایا کہ میں نے یہ خواب حضرت بنوریؒ کو سنایا تو انہوں نے ارشاد فرمایا..... اس جامعہ کی بدولت بہت سارے لوگوں کو حضور پاک ﷺ سے تعلق نصیب ہوگا..... او کما قال..... اسی اخلاصی سلسلے کے ایک اور بزرگ حضرت مولانا محمد ادریس صاحب میرٹھیؒ کے ''عشق رسول ﷺ'' کا یہ عالم تھا کہ حضرت بنوریؒ ان کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ ان کی بدولت ہمارے جامعہ میں مدینہ منورہ کی خوشبو آتی ہے۔ ''عشق رسول ﷺ'' میں گندھے ہوئے یہ سارے بزرگ..... عشق کے تقاضوں سے پوری طرح ہم آہنگ رہنے کی کوشش فرماتے..... وہ اللہ کے نبی ﷺ کی کامل اتباع میں لگے رہتے..... سنتوں پر عمل کرتے..... اور کراتے..... حضور پاک ﷺ کی حدیث شریف کو خوب پڑھتے اور

پڑھاتے.....اور ہر طرح سے اس کی خدمت کرتے.....سال میں کئی بار روضہ رسول ﷺ پر.....
روتے بلکتے، تڑپتے.....اور کپکپاتے ہوئے حاضری دیتے.....رسول اللہ ﷺ کے دین کے لئے
ہر طرح کی قربانی پیش کرتے.....اور حضور پاک ﷺ کی وراثت.....یعنی علم دین کی ہمہ تن
خدمت میں لگے رہتے.....مگر.....ان تمام باتوں کے ساتھ ساتھ.....عشق کے اہم ترین تقاضے
.....سے بھی کبھی غافل نہ ہوئے اور وہ یہ کہ.....حضور پاک ﷺ کے دشمنوں سے.....سخت
عداوت رکھی جائے.....اور ان کے خلاف ہر طرح کی جدوجہد میں عملی شرکت کی جائے.....
ہمارے زمانے میں.....حضور پاک ﷺ کے سب سے خطرناک.....اور ناپاک دشمن قادیانی
ہیں.....اور پھر منکرین حدیث.....قادیانیوں نے.....آپ ﷺ کی دستار ختم نبوت کی طرف
ناپاک ہاتھ بڑھا کر.....آپ ﷺ کو ایذا پہنچانے کی کوشش کی ہے.....ان ظالموں نے انگریز
کے اقتدار کو "ناقابل زوال" سمجھ کر.....اسے اپنا خدا تسلیم کیا.....اور پھر انگریز کے ابھارنے پر
.....یہ ناپاک جسارت کر ڈالی کہ.....عقیدۂ ختم نبوت جیسے محکم اور قطعی نظریئے پر ڈاکہ زنی کی
کوشش کی.....ان بدبختوں نے دین کو دنیا کے بدلے بیچ دیا.....یہ اگر یہودی، نصرانی بن جاتے
تو مسلمانوں کے لئے اتنی مشکلات پیدا نہ ہوتیں.....مگر انہوں نے اسلام کا لبادہ اوڑھ کر.....
گنبد خضراء پر (نعوذ باللہ).....ہاتھ ڈالنے کی جسارت کی.....اور اسلام کی بنیاد پر وار کیا.....
قادیانیت.....ایک خطرناک ترین فتنہ.....اور ایک گندی مصیبت ہے.....یہ لوگ مسلمانوں کو
متحد نہیں ہونے دیتے.....یہ لوگ مسلمانوں کے ممالک پر کافروں کے قبضے کی راہ ہموار کرتے
ہیں اور یہ لوگ غریب مسلمانوں کو مرتد بناتے ہیں۔

قادیانیت.....چونکہ.....رسول پاک ﷺ سے دشمنی اور عداوت کا نام ہے.....اس لئے
جس شخص کو بھی عشق رسول ﷺ کی نعمت کا کچھ حصہ نصیب ہوگا.....وہ لازماً قادیانیوں سے.....
بے انتہا نفرت رکھے گا.....اور ان کی سازشوں کو ناکام بنانے میں اپنا حصہ ڈالے گا.....اہل
پاکستان کو یاد ہوگا کہ.....ختم نبوت کی تحریک میں حضرت بنوریؒ نے "سالار قافلہ" کا کردار ادا کیا
.....اور آپ جب اس ایمانی.....اور طوفانی تحریک میں نکلے تو کراچی سے "اپنا کفن" ساتھ لے کر
گئے.....آپؒ کے بعد.....آپؒ کے جانشینوں میں سے.....حضرت لدھیانوی شہیدؒ نے
قادیانیت کے خلاف.....اپنی جوانی کو بوڑھا کیا.....اور آپ آئندہ نسلوں کے لئے ایسا
زبردست علمی اثاثہ چھوڑ گئے.....جو.....صدیوں تک انشاء اللہ ان کی رہنمائی کرتا رہے گا.....

آپ نے ''تحفۂ قادیانیت'' کے نام سے ایک ایسی مفصّل و مدلل کتاب لکھی..... جو..... علمی طور پر ..... قادیانیت کے تابوت میں آخری کیل ثابت ہوئی..... اسی طرح حضرت بنوریؒ کے جانشین..... حضرت مفتی احمد الرحمٰنؒ نے بھی بڑھ چڑھ کر..... تحفظ ختم نبوت کی تحریک میں حصہ لیا..... اور آپ بھی حضرت لدھیانویؒ کی طرح..... عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی نائب امیر رہے..... اکابر کا یہ عشق رسول ﷺ..... حضرت مولانا مفتی محمد جمیل خان شہیدؒ میں بھی کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا..... آپ روضۂ رسول ﷺ پر حاضری کے وقت جس طرح روتے، کپکپاتے ..... اور لرزتے تھے..... وہ آپ ہی کا حصہ تھا..... پھر آپ نے اپنی گونا گوں مصروفیات کے باوجود..... عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی اہم ذمہ داریوں کو سعادت سمجھ کر قبول کیا..... اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے آپ کی محنت کا دائرہ ..... کراچی سے برطانیہ تک ..... اور ملتان سے ماوراء النہر تک پھیل گیا..... حضرت لدھیانوی شہیدؒ کا سانحۂ ارتحال..... ایک ناقابل تلافی نقصان تھا..... مگر..... حضرت استاذ محترمؒ نے کراچی کے دفتر ختم نبوت کے وسیع شعبوں کو..... حضرت لدھیانویؒ کے بعد ویران نہ ہونے دیا..... اور رات دن ایک کر کے ..... ختم نبوت کے پاکیزہ مشن کو آگے بڑھاتے رہے..... اللہ کرے اب استاذ محترمؒ کے بعد بھی..... باب الرحمت مسجد کراچی سے متصل شاندار اور وسیع دفتر..... غیرتِ عشقِ رسول ﷺ کی سوغات..... پوری آب و تاب سے بانٹتا رہے..... آمین ثم آمین۔

www.rahnamo.com

احسان وسلوک

نفس کی اصلاح..... اور تزکیہ وہ اہم کام ہے..... جو فرائض نبوت میں شام ہے..... ''ویُـزَ کِّیھِم'' اسی عمل کو..... احسان وسلوک..... اور اسی کو ''تصوف'' کہا جاتا ہے۔ یہ دین کا اہم شعبہ..... اور ہر مسلمان کی اہم ضرورت ہے..... تمام اعمال کا قبول ہونا..... اخلاص نیت پر موقوف ہے..... اور ''اخلاص نیت'' تبھی نصیب ہوتا ہے جب نفس ریا کاری' حب دینا' حب جاہ اور دیگر الائشوں سے پاک ہو..... نفس کی اسی پاکی کو عربی میں ''تزکیہ'' کہتے ہیں..... حضرت استاذ محترم نے اوائل جوانی ہی سے اس عمل کی طرف توجہ فرمائی کہ :

ع درجوانی توبہ کردن شیوۂ پیغمبری

آپ نے حضرت حکیم الامۃ تھانویؒ کے..... مغلوب الرقۃ ابوالبکاء خلیفہ حضرت مولانا فقیر محمد پشاوری نوراللہ مرقدہ سے بیعت کی..... اور نوجوانی کے عالم میں ہی خلافت سے سرفراز ہوئے..... اُن کے بعد آپ کا اصلاحی تعلق..... حضرت مولانا محمد اشرف صاحبؒ سے رہا..... ان کے انتقال کے بعد..... حضرت لدھیانوی شہیدؒ کے ہاتھوں میں ہاتھ دیا..... اور خلافت واجازت سے سرفراز ہوئے..... ان کے علاوہ بھی کئی اکابر ومشائخ نے اس ''گوہر نایاب'' اور ''عقد فرید'' کے مقامات کو پہنچانا اور خلافت واجازت سے نوازا..... مگر..... میرے استاذ محترم کبھی..... پیر طریقت نہ بنے..... اور نہ کبھی انہوں نے اپنی خلافتوں کے چرچے کئے..... اور نہ تادم واپسیں خود کو ''کامل'' سمجھ کر اپنی اصلاح سے غافل ہوئے..... ان کا ''تصوف'' عجیب تھا..... بس اتنا کہنا کافی ہے:

ع جو ٹھکرادے صراحی کو اسے پیمانہ ملتا ہے

ہمارے لئے حضرت استاذ محترم کے ''تصوف'' میں درج ذیل ''اسباق'' ہیں۔

(۱) ساری زندگی اہل حق میں سے کسی نہ کسی صاحب نسبت اللہ والے کے ساتھ منسلک رہنا۔

(۲) اجازت وخلافت کو ''سند کمال'' نہ سمجھنا بلکہ پہلے سے زیادہ ..... ''اصلاح حال'' اور ''تحسین اخلاق'' میں محنت کرنا۔

(۳) ''مخدوم'' بننے کی بجائے ''خادم'' بننے کو ترجیح دینا۔

(۴) بیعت وارشاد کو.....اپنے نفس کی اصلاح.....اور آخرت کی نجات کا ذریعہ بنانا.....نہ کہ دنیا میں عزت وشہرت اور حصول زر کا وسیلہ۔

(۵) جن مشائخ سے تعلق ہو ان کی دل وجان سے خدمت کرنا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ان تمام ''اسباق جمیلہ'' پر عمل کرنے.....اور انہیں اپنا ''حال'' بنانے کی توفیق عطا فرمائے (آمین یاارحم الراحمین)

www.rangonoor.com

شہادت

حضرت استاذ محترم مولانا مفتی محمد جمیل خان شہیدؒ کی ''شہادت'' کا تذکرہ کرنے سے پہلے شہادت کا کچھ ''خلاصہ'' مناسب معلوم ہوتا ہے۔

شہادت کیا ہے؟

شہادت ایک خاص، مزیدار اور اونچی زندگی کا نام ہے.....ایسی زندگی جس کا ہم شعور نہیں رکھتے..... چنانچہ قرآن پاک کا اعلان ہے۔

(۱) شہید زندہ ہے.....(البقرۃ ۱۵۴، آل عمران ۱۶۹)

(۲) شہید کو مردہ مت کہو.....(البقرۃ ۱۵۴)

(۳) شہید کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے روزی ملتی ہے.....(البقرۃ ۱۵۴)، (آل عمران ۱۶۹)

(۴) شہید کو مردہ گمان مت کرو.....(آل عمران ۱۶۹)

(۵) شہید کے اعمال جاری رہتے ہیں.....(محمد ۴)

(۶) شہید جنت میں.....(محمد ۶)

(۷) شہید کے لئے جنت مہکا دی گئی.....(محمد ۶)

(۸) شہید بہت خوش ہے.....(ال عمران ۱۷۰)

(۹) شہید جشن مناتا ہے.....(ال عمران ۱۷۱)

(۱۰) شہید اپنے پیچھے والوں کا خوشی کے ساتھ انتظار کرتا ہے.....

(ال عمران ۱۷۰)

(۱۱) شہید سچا ہے.....(الاحزاب ۲۳)

(۱۲) شہید نے اپنا عہد نباہ لیا.....(الاحزاب ۲۳)

(۱۳) شہید کی حالت کو اللہ تعالیٰ سنوارتا ہے.....(محمد ۵)

(۱۴) شہید کے لئے ہدایت خاصہ کی نعمت.....(محمد ۵)

(۱۵) شہید کے لئے نور ہے.....(الحدید ۱۹)

www.rahnuma.com

(۱۶) شہید کے لئے مغفرت ہے.....(ال عمران ۱۵۷)

(۱۷) شہید کے لئے رحمت ہے.....(ال عمران ۱۵۷)

(۱۸) شہید کے لئے اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہیں.....(ال عمران ۱۷۱)

(۱۹) شہید کے لئے اللہ تعالیٰ کا فضل ہے.....(ال عمران ۱۷۱)

(۲۰) شہید خوف اور غم سے بے پرواہ ہے.....(ال عمران ۱۷۰)

اس بیس نکاتی فہرست میں کوئی ''تکرار'' نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے شہید کو جو اونچے اعزازت اور فضائل عطا فرمائے ہیں..... یہ بیس عنوانات ان اعزازت کو سمجھنے کا دروازہ ہیں..... اہل دل غور فرمائیں تو پھر اللہ تعالیٰ سے صبح بھی شہادت مانگیں اور رات بھی شہادت.....اسی لئے جناب رسول ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے بار بار شہادت مانگی اور اس کی تمنا فرمائی (صحیح البخاری) اور آپ ﷺ نے.....اللہ تعالیٰ کے حکم سے شہید کے لئے ان اعزازت کا اعلان فرمایا:

(۱) شہید کو شہادت کا ایسا اعزاز دکھایا جائے گا کہ وہ جنت میں جا کر بھی دنیا میں واپس آنے اور دس بار شہید ہونے کی خواہش کرے گا (بخاری، مسلم، ترمذی)

(۲) قرض کے علاوہ شہید کے تمام گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں (مسلم)

(۳) شہادت کی موت ساری دنیا کا مالک وحکمران بن جانے سے زیادہ افضل ہے (احمد، نسائی)

(۴) حضور پاک ﷺ کو فرشتے ساتھ لے گئے اور شہداء کا گھر دکھایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں نے اس سے بہترین اور خوبصورت گھر کبھی نہیں دیکھا (بخاری)

(۵) شہید پر فرشتوں کا سایہ (بخاری، مسلم)

(۶) شہید کے جنت میں پر.....اور اس کی پروازیں (طبرانی)

(۷) شہید کو موت اور قتل کا درد نہیں ہوتا مگر ایک چونٹی کاٹنے جتنا (ترمذی، نسائی، ابن ماجہ)

(۸) شہداء کی روحیں پرندوں میں (ترمذی)

(۹) شہید اپنے خاندان کے ستر افراد کی شفاعت کرے گا۔
(ابوداؤد، صحیح ابن حبان)

(۱۰) شہید کے گناہ معاف (ابن حبان)

(۱۱) شہید جنت کے جس دروازے سے چاہے داخل ہو (ابن حبان)

(۱۲) شہید عذاب قبر سے محفوظ (البزاز، البیہقی)
(۱۳) شہید قیامت کے خوف سے محفوظ..... (البزاز، البیہقی)
(۱۴) شہید کے لئے کرامت کا خاص لباس (البزاز، البیہقی)
(۱۵) شہید کے سر پر وقار اور بیشگی کا تاج (البزاز، البیہقی)
(۱۶) شہید کے لئے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی رفاقت۔
(البزاز، البیہقی)
(۱۷) شہید کے لئے عرش کے نیچے نور کا خاص منبر (البزاز، البیہقی)
(۱۸) شہید بلا حساب جنت میں (الطبرانی)
(۱۹) شہید کے لئے جنت کے اونچے بالا خانے (احمد)
(۲۰) شہید سے اللہ تعالیٰ ہنسے گا اور جسے یہ نعمت نصیب ہو اس کا کوئی حساب نہیں ہوتا.....
(احمد، ابویعلیٰ)
(۲۱) شہید کو فرشتوں پر ترجیح دی جائے گی (الاصبہانی)
(۲۲) شہید کو اللہ تعالیٰ نے سخی قرار دیا (ابویعلی، البیہقی)
(۲۳) خون کا پہلا قطرہ گرتے ہی شہید کی مغفرت (مسند احمد)
(۲۴) شہید کو گرتے ہی جنت میں اس کا مقام دکھا دیا جاتا ہے (مسند احمد)
(۲۵) بہتر حوروں سے شہید کی شادی کرائی جاتی ہے (مسند احمد)
(۲۶) شہید کے لئے یہ چھ فوری انعامات ☆ خون کا پہلا قطرہ گرتے ہی مغفرت کر دی جاتی ہے ☆ جنت کا ٹھکانہ دکھا دیا جاتا ہے ☆ عذاب قبر سے بچا لیا جاتا ہے ☆ الفزع الاکبر یعنی قیامت کے دن کے بڑے خوف سے امن دے دیا جاتا ہے ☆ اس کے سر پر وقار کا ایسا تاج رکھا جاتا ہے جس کا ایک یاقوت دنیا و مافیہا سے بہتر ہے ☆ بہتر حور عین سے اس کا نکاح کرا دیا جاتا ہے ☆ اپنے اقارب میں سے ۷۰ افراد کی شفاعت کا اختیار دے دیا جاتا ہے۔
(الترمذی وقال حدیث صحیح غریب)
(۲۷) شہید کے خون کا قطرہ اللہ تعالیٰ کو بہت محبوب ہے۔ (الترمذی)
(۲۸) شہید کے استقبال کے لئے حور عین زمین پر اترتی ہے۔ (الطبرانی)
(۲۹) شہید کو اوپر لے جاتے وقت سو جنتی حلّے پہنائے جاتے ہیں۔

(الطبرانی)

(۳۰) شہید کا خون ابھی خشک نہیں ہوتا کہ اس کی دو حور بیویاں ایسا لباس لے کر پہنچ جاتی ہیں جو دنیا و مافیہا سے بہتر ہے (ابن ماجہ)

(۳۱) شہید کے اونچے مقام کو دوسرے لوگ قیامت کے دن گردنیں اٹھا اٹھا کر دیکھیں گے۔ (الترمذی)

(۳۲) شہداء کے لئے جنت کے دروازے کے پاس نہر کے کنارے ایک قبہ خضراء ہے جہاں صبح شام ان کے لئے خصوصی رزق آتا ہے۔ (احمد، ابن حبان)

(۳۳) شہید کے لئے جنت میں فردوس اعلیٰ۔ (بخاری)

(۳۴) شہید کو جو زخم لگتا ہے وہ اس کے لئے قبر کے فتنے کی طرف سے کافی ہو جاتا ہے۔ (سنن نسائی)

(۳۵) شہید کا چہرہ سفید، جسم خوشبودار.....اور روزی وافر.....

(مستدرک حاکم)

(۳۶) شہید اللہ تعالیٰ کا محبوب۔ (الطبرانی)

(۳۷) شہداء اتنے خوش ہوتے ہیں کہ تمنا کرتے ہیں کہ یا اللہ ہماری حالت کی خبر ہمارے پیچھے والوں تک پہنچا دیجئے۔ (ابوداؤد)

(۳۸) اللہ تعالیٰ شہداء سے راضی.....اور شہداء اللہ تعالیٰ سے راضی۔

(صحیح بخاری)

(۳۹) جب صور پھونکا جائے گا تو شہداء بے ہوش نہیں ہوں گے۔

(مستدرک حاکم)

(۴۰) شہداء قیامت کے دن تلواریں اٹھائے اللہ تعالیٰ کے عرش کے اردگرد ہوں گے۔ (ابن ابی الدنیا)

یہ.....ان بے شمار فضائل میں سے چند کے عنوانات ہیں جو احادیث شریفہ میں وارد ہوئے ہیں.....ان سب کا خلاصہ سمجھنا ہو تو بس یہ ایک روایت کافی ہے.....حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک صاحب نماز کے لئے تشریف لائے.....اس وقت حضور پاک ﷺ نماز ادا فرما رہے تھے.....وہ صاحب جب صف میں پہنچے تو انہوں نے دعا مانگی.....

اللھم اٰتنی افضل ماتؤتی عبادک الصالحین اے میرے پروردگار مجھے وہ سب سے افضل چیز عطا فرمائیے جو آپ اپنے صالح بندوں کو عطا فرماتے ہیں..... آنحضرت ﷺ نے نماز مکمل فرما کر دریافت فرمایا..... ابھی وہ دعا کس نے مانگی تھی؟..... ان صاحب نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں نے..... آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تب تو تمہارے گھوڑے کی ٹانگیں کاٹی جائیں گی اور تم شہید ہو گے (ابن حبان، مستدرک حاکم، قال الحاکم، صحیح علی شرط مسلم)

دعاء کے الفاظ پر غور کیجئے..... یا اللہ آپ اپنے صالح بندوں کو جو نعمتیں عطا فرماتے ہیں..... ان نعمتوں میں سے جو سب سے افضل اور اونچی نعمت ہے..... وہ مجھے عطا فرمائیے..... اس پر آقا مدنی ﷺ نے تشریح فرما دی کہ..... وہ سب سے اونچی نعمت یہ ہے کہ تم بھی شہید ہو جاؤ..... اور تمہارا گھوڑا بھی مارا جائے۔

خلاصہ یہ ہوا کہ..... ایک مسلمان کو اس دنیا میں جو سب سے بڑی نعمت مل سکتی ہے..... وہ..... شہادت کی نعمت ہے..... کیونکہ..... شہادت..... ایمان کے قبول ہونے کی گواہی ہے..... اعمال کے مقبول ہونے کی نشانی ہے..... یہ موت نہیں زندگی ہے..... اور یہ گناہوں کا کفارہ..... اور اگلی منزلوں کی ترقی کا سامان ہے..... اور سب سے بڑھ کر یہ کہ..... یہ اللہ تعالیٰ کی محبت کا کھلم کھلا ثبوت ہے..... الغرض..... دنیا میں ایمان کے بعد..... ایک مومن کے لئے شہادت سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں ہے..... اور یہ ایسی نعمت ہے کہ جنت کی بے مثال نعمتیں پا کر بھی..... اس کا مزہ اور لذت انسان کو نہیں بھولے گی..... شہادت کے مزید فضائل دیکھنے ہوں تو ''کتب حدیث'' کا مطالعہ کیجئے..... ہم اس ''خلاصۂ شہادت'' کا اختتام اس نکتے پر کرتے ہیں کہ..... شہید کو ''شہید'' کیوں کہا جاتا ہے:

(۱) شہادت کا معنیٰ گواہی..... اور شہید کو شہید اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس کے لئے جنت کی شہادت یعنی گواہی دے دی گئی ہے۔

(۲) شہادت بمعنیٰ حاضری..... اور شہید کو شہید اس لئے کہتے ہیں کہ اس کی روح جنت میں حاضر رہتی ہے..... کیونکہ وہ زندہ ہے۔

(۳) شہید بمعنیٰ قتیل..... یعنی ''مقتول'' اللہ تعالیٰ کے راستے میں قتل کیا جانے والا۔

(۴) شہادت بمعنیٰ حاضری..... اور شہید کو شہید اس لئے کہتے ہیں کہ فرشتے اس کے پاس حاضر ہوتے ہیں۔

(۵) شہادت کا معنی گواہی ..... اور شہید کو اس لئے ''شہید'' کہتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے جنت کے بدلے اس کی جان کو خرید لیا اور اس پر لازم کیا کہ وہ جان دے کر اپنا عہد پورا کرے تو شہید نے جان دے کر گواہی دے دی کہ اس نے یہ عہد پورا کر دیا ہے۔

(۶) شہادت کا معنی گواہی ..... اور شہید کو اس لئے شہید کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اس کے لئے جنت کی گواہی دیتے ہیں

(۷) شہادت کا معنی حاضری ..... اور شہید کو اس لئے شہید کہتے ہیں کہ روح نکلتے وقت اس کا اجر اور مقام اس کے سامنے حاضر ہو جاتا ہے

(۸) شہادت کا معنی حاضری ..... اور شہید کو اس لئے شہید کہتے ہیں کہ رحمت کے فرشتے اس کی روح لینے کیلئے حاضر ہوتے ہیں۔

(۹) شہادت کا معنی گواہی ..... اور شہید کو اس لئے شہید کہتے ہیں کہ اس کے پاس ایک شاہد (گواہ) ہے اور وہ ہے اس کا ''خون'' کیونکہ قیامت کے دن جب شہید اٹھے گا تو اس کی رگوں سے خون بہہ رہا ہوگا۔

شہید کے متعلق ..... جتنا کچھ ..... قرآن وسنت میں ہے ..... ہم نے اس کا ایک خلاصہ ان دو چار صفحات میں عرض کر دیا ہے ..... اور اس ''خلاصے'' کا ایک مقصد ..... اس شدید غم کو ہلکا کرنا بھی ہے جو اس وقت تک حضرت استاذ محترمؒ کی شہادت کے بعد ..... مجھ سمیت ان کے جملہ ''متاثرین'' پر طاری ہے ..... دراصل حضرت استاذ محترم شہیدؒ نے جس طرح کی غیرت والی ایمانی ..... اور فعال زندگی گزاری ..... اس زندگی کے بعد ..... ان کا انجام ''موت'' نہیں ہو سکتا تھا ..... چنانچہ ..... اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان پر خاص کرم فرمایا اور انہیں شہادت کی میٹھی' اونچی ..... لذیذ' سکون بخش اور اعلیٰ زندگی عطا فرما دی ..... اس دنیا سے جانا تو ہر کسی نے ہے ..... مگر شہادت کا تاج پہن کر کوئی کوئی جاتا ہے ..... مگر اس موقع پر ضروری ہے کہ ..... ہم ..... حضرت استاذ محترمؒ کی شہادت کے بعض پہلوؤں پر ایک نظر ڈالیں۔

خون آشام کراچی

کراچی ایک زمانہ تک امن وامان کا گہوارہ ہوتا تھا ..... اور یہاں دینی کام خوب پھل پھول رہا تھا ..... مگر اچانک ..... نعمت اسلام کی ناشکری کی ایسی وبا چلی کی کراچی کے مسلمان ..... خود کو

مسلمان کی جگہ ''کچھ اور'' کہلوانے پر فخر کرنے لگے..... حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے قومیت و عصبیت کے نعروں کو بدبودار قرار دیا ہے..... اور آج یہی ''بدبو'' مسلمانوں میں فخر بنا کر تقسیم کی جا رہی ہے..... اہل کراچی بھی اس کا شکار ہوئے اور پھر پورا کراچی بوری بند لاشوں..... اور خونِ مسلم کے چھینٹوں سے خوفناک..... اور بھیانک بن گیا..... کراچی کو قتل و گناہ کے جنگل میں دھکیلنے والے باہر جا بیٹھے اور وہاں سے بھی انہوں نے..... علماء، مجاہدین..... اور دینی اقدار پر نظریاتی..... اور جسمانی حملے کرنے کا سلسلہ جاری رکھا..... دوسری طرف..... سنّی اور شیعہ..... قتل و غارت کا بازار گرم ہوا..... اور جنگی اصولوں سے انحراف کرتے ہوئے ان لوگوں کو قتل کیا گیا..... جو فریقین کے اس ''ذوق قتل'' کے قائل نہیں تھے..... ادھر صدر پرویز کے لبرل اور سیکولر دور میں علماء کرام کا خون اور سستا ہو گیا اس لئے کہ..... صدر پرویز..... آئے دن علماء..... مجاہدین..... اور دینداروں کے خلاف بیانات داغتے رہتے ہیں..... اور ان کو یہ بھی یاد نہیں رہتا کہ وہ پورے ملک..... اور ملک کے تمام طبقوں کے حکمران ہیں..... مگر وہ خود کو صرف نیکر پوش..... آزاد خیال طبقے کا محافظ اور حکمران سمجھتے ہیں..... اور خصوصی طور پر علماء دیوبند کو اپنا دشمن قرار دیتے ہیں..... حالانکہ..... علماء دیوبند نے ابھی تک ان کے خلاف کسی ''عملی دشمنی'' کا اعلان نہیں کیا..... گزشتہ دنوں میں نے صدر پرویز کے دور میں..... قتل ہونے..... اور انتقال فرمانے والے بڑے علمائے کرام کی ایک فہرست لکھنا شروع کی تو یقین جانئے..... میرا دل بیٹھنے لگ گیا اور ۲۷ کے عدد تک پہنچ کر میں نے لکھنا چھوڑ دیا..... یہ ۲۷..... وہ لوگ تھے جو اپنے اپنے میدان کے امام..... اور امت کے ایک بڑے طبقے کے مقتدا..... اور وقت کی ضرورت تھے..... مگر..... جب حکمران طبقہ..... انسانوں کی بجائے کتوں سے محبت کرے..... اور مسلمانوں پر..... کافروں کو ترجیح دے تو پھر زمین کی برکتیں سمٹنا شروع ہو جاتی ہیں..... اور اہل علم اسی طرح تیزی کے ساتھ اٹھتے ہیں..... جس تیزی کے ساتھ اس دور حکومت میں اٹھے ہیں..... کراچی کے خون آشام طبقوں کی خونی نگاہیں کافی عرصہ سے حضرت استاذ محترم کے تعاقب میں تھیں..... ہم نے بارہا سنا کہ ان کی جان خطرے میں ہے..... کراچی کے حکمرانوں کے ساتھ ایک میٹنگ کے دوران میں نے ہوم سیکرٹری..... اور اس وقت کے کمشنر کو متنبہ بھی کیا کہ..... حضرت استاذ محترم پر ہاتھ اٹھا تو حالات بے قابو ہو جائیں گے..... اس زمانے میں اہل حق کی قوت نمایاں تھی..... چنانچہ اٹھے ہوئے ہاتھ بھی رک جاتے تھے..... اور خونی نگاہیں خود خوفزدہ ہو جاتی تھیں..... مگر..... غیروں..... اور

اپنوں کی ملی بھگت سے ..... اہل حق کی قوتوں کو توڑا گیا..... بدنام کیا گیا..... اور ناپاک پروپیگنڈے کا شکار بنایا گیا..... ادھر دشمن کی نظروں میں کھٹکنے والے..... حضرات نے بھی..... حکومت اور لوگوں کے مسلسل دباؤ میں آ کر اپنی سیکورٹی کا نظام ڈھیلا کر دیا..... اور تب..... دن دھاڑے..... مفتی شامزئیؒ جیسی مقبول شخصیت کو تڑپا دیا گیا..... اور شام ڈھلے..... حضرت مفتی محمد جمیلؒ بھی..... گولیوں کا نشانہ بن گئے..... کراچی کی دھرتی نے کافی خون پی لیا ہے..... اور اسے یہ خون آسانی سے ہضم نہیں ہو گا..... سلام ہو ان باعزیمت شخصیات پر..... جنہوں نے..... موت اور دہشت کے ننگے رقص کے سامنے گھٹنے نہیں ٹیکے..... وہ نہ جھکے..... نہ بکے..... اور نہ انہوں نے اپنے موقف کو چھوڑا..... وہ کراچی چھوڑ کر بھاگے نہیں..... اور نہ انہوں نے اپنے دینی کاموں سے ہاتھ جھاڑا..... وہ کراچی کے مسلح کفر و نفاق کے سامنے نہتے ڈٹے رہے..... انہوں نے جو کیا وہ ٹھیک کیا..... بس دل میں ایک خواہش ضرور ابھرتی ہے کہ مسلح پہرے کا سلسلہ مضبوط کیا جاتا..... جان تو وقت پر ہی جاتی مگر..... ممکن ہے..... قاتلوں کے چہرے کسی قدر ''بے نقاب'' ہو جاتے اور تب..... امت مسلمہ کے ان عظیم جرنیلوں کے سپاہی..... اپنے دل کی آگ آسانی سے ٹھنڈی کر لیتے.....

گیارہ ستمبر کا دھواں

گیارہ ستمبر ۲۰۰۱ء..... جسے نائن الیون کا معروف نام دے دیا گیا ہے..... گیارہ ستمبر ہر سال آتا تھا مگر ۲۰۰۱ء میں کچھ نئے انداز سے آیا..... اس نئے ''نائن الیون'' کے بعد دنیا کا رخ سیدھا ''قیامت'' اور ''تباہی'' کی طرف ہو چکا ہے..... اور ظاہر ہے ''قیامت'' سے پہلے ایک بار کفر کا شور اور اتحاد..... پھر مسلمانوں کا عظیم الشان دور..... اور پھر کفر کا راج..... آنا ہے..... تب صور پھونک دیا جائے گا..... اور زمین کا قصہ لپیٹ دیا جائے گا۔ آپ غور فرمائیں..... زمین کا سفر..... ان تمام علامات کی طرف تیزی سے شروع ہو چکا ہے..... ہماری..... قسمت کہ ہم ان علامات کے ''آغاز'' کی زد میں ہیں..... اللہ تعالیٰ ہمارے ایمان اور آخرت کی حفاظت فرمائے..... آغاز میں کفر کا جادو کچھ سر چڑھے گا پھر مسلمان متحد ہو جائیں گے..... گیارہ ستمبر کے بعد..... امریکہ زخمی ہوا..... اس نے اپنے مجرموں کی فہرست جاری کر دی..... طالبان..... القاعدہ..... ان کے تمام حامی..... اور وہ تمام مسلمان..... جو اسلام کے لئے عزت و عظمت کا

خیال وعقیدہ رکھتے ہیں..... مسئلہ بالکل آسان تھا کہ..... زخمی امریکہ کی ایک نہ مانی جاتی..... مگر ہمارے حکمران ایک فون پر سرتاپا لرز گئے..... اور پھر ان کے اندر کا ''بغض'' بھی ظاہر ہوا..... اور وہ شاہ سے بڑھ کر شاہ کے وفادار بننے لگے..... طالبان کی حمایت کا جرم..... مفتی شامزئیؒ کے سر تھا..... اور مفتی جمیلؒ ان کے دست راست تھے..... پھر مفتی محمد جمیل خان شہیدؒ نے ہر موقع پر کھل کر..... طالبان کی حمایت کی..... جہاد کا نام تھامے رکھا..... اور خود صدر پرویز کے سامنے اسقدر جرأت اور مردانگی سے گفتگو کی کہ..... صدر صاحب تو چپ سادھے رہے مگر ان کے کسی معاون نے حضرت استاذ محترم کو روکا..... ۲۰۰۳ء میں صدر پرویز مشرف پر قاتلانہ حملے ہوئے..... جو..... ناکام رہے..... ان حملوں کا نزلہ بھی..... جیش محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم..... اور علماء دیوبند کے سر ڈالا گیا..... حالانکہ..... ان دونوں قوتوں نے پاکستان میں جنگ شروع کرنے کی ہمیشہ حوصلہ شکنی کی..... اور ایسا انہوں نے اسلام اور جہاد کے مفاد میں کیا..... مگر تفتیش کاروں نے اپنی چمڑی بھی بچانی تھی..... اور اپنے اندر چھپی ہوئی..... دشمنی کو بھی نکالنا تھا..... کھٹا کھٹ فائلیں تیار ہوئیں..... اور اہل پاکستان نے ''ماسٹر مائینڈز'' کی ایک نئی اصطلاح سنی..... ہمارا یہ دور نئی اصطلاحات کا دور ہے..... پہلے ہم نے ''لاجسٹک سپورٹ'' کا نام سنا..... اس نام کا مطلب قوم کو معلوم نہیں تھا..... بعد میں..... اس کا مطلب واضح ہوا کہ امریکہ ہمارے ملک میں..... درجنوں مقامات پر قابض ہوگیا..... اور ہم اپنی دھرتی کا کرایہ وصول کر کے خوش ہوتے رہے..... اس کے بعد ''ڈی بریفنگ'' کی ایک اصطلاح آئی..... اور ہمارا فخر..... ہمارے لئے عار اور ذلت بنا دیا گیا..... اور پھر ''ماسٹر مائینڈز''..... کی اصطلاح ابھری..... اور دیکھتے ہی دیکھتے..... قوم کے کندھوں پر..... حضرت امام شامزئیؒ..... اور حضرت مفتی جمیلؒ کے خون سے لت پت جنازے رکھ دیئے گئے..... اور پریشان کرنے والی بات یہ ہے..... ان کی شہادت کے بعد..... یہ اصطلاح دوبارہ سنائی نہیں دی گئی..... اللہ پاک خیر فرمائے..... اگر واقعی..... حکومت نے ان عظیم حضرات کے خون میں کچھ بھی کردار ادا کیا ہے تو پھر..... یہ ملک..... ایک بڑی مصیبت کا انتظار کرے..... کیونکہ ایسا اونچا خون..... جب ابلتا ہے تو زمین لرزنے لگ جاتی ہے..... اور اگر حکومت اس معاملے میں صاف ہے تو پھر..... اس کا فرض بنتا ہے کہ وہ پردہ نشین قاتلوں کو سامنے لائے..... اور انہیں ان کے عبرتناک انجام تک پہنچائے..... تاکہ..... عوام کو بھی کسی قدر اطمینان ہو..... اور ملک کا دینی طبقہ بھی..... حالات کا درست تجزیہ کر سکے۔ اور حکومت کا یہ بھی فرض بنتا ہے کہ..... وہ

دینی طبقے کے خلاف مزید نفرت انگیزی سے پرہیز کرے..... نائن الیون..... کا نتیجہ تو یقیناً..... مسلمانوں ہی کے حق میں نکلے گا..... کیونکہ امریکہ نے ایسی انسانی غلطیاں کر لی ہیں..... اور آئے دن کرتا چلا جا رہا ہے..... جن غلطیوں کے بعد..... ناکامی اسی طرح لازمی ہے جس طرح سخت بخار کے بعد کمزوری..... مگر..... فی الحال تو امریکہ کا ایسا شور ہے کہ..... اچھے اچھے لوگ اپنے مقصد اور نظریات کو بھول کر..... خود کو..... ''قابل برداشت'' قرار دینے کی دوڑ میں لگے ہوئے ہیں..... حالانکہ یہ استقامت کا وقت ہے پسپائی کا نہیں..... اور یہی ڈٹ جانے کا وہ فیصلہ کن لمحہ ہے..... جس میں پھسلنے والے بہت پچھتائیں گے..... ٹھیک ہے..... حضرت امام شامزئیؒ ..... اور حضرت مفتی جمیلؒ شہید ہو گئے..... مگر وہ ناکام تو نہیں ہوئے..... ان کا اجر..... ان کا کام..... ان کا ذکر خیر..... اور ان کا مشن زندہ ہے..... وہ اچھی زندگی گذار کر..... اچھے انجام سے ہمکنار ہو گئے..... ان کے ماننے والوں کے لئے..... انکی زندگی..... اور انکی شہادت..... صرف اور صرف..... استقامت کا پیغام ہے..... صرف استقامت کا..... صرف استقامت کا.....

ربّنا تقبّل مِنّا اِنّک انت السّمیع العلیم و تُب علینا اِنّک انت التّوابُ الرّحیم.....

وصلّی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ سیّدنا محمدٍ وّعلیٰ اٰلہٖ واصحابہٖ اجمعین

(۱۶/ربیع الاول ۱۴۲۶ھ بمطابق ۲۶/اپریل ۲۰۰۵ء)

www.rahnamaa.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطاب جمیلؒ

بمقام.....کراچی

بموقع.....تربیتی نشست خدام الاسلام

www.rangonoor.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطابِ جمیل رحمہ اللہ

حضرت مولانا مفتی محمد جمیل خان شہید رحمہ اللہ کا یہ کیمیا اثر، ایمان افروز، حوصلہ بخش، قوت ساز..... پراثر اصلاحی و جہادی خطاب..... خدام الاسلام کراچی ڈویژن کی ایک تربیتی نشست میں ہوا..... یہ بیان تمام مسلمانوں کیلئے عموماً..... اور مجاہدین کے لئے خصوصاً..... ایک..... انمول تحفہ، ایمانی سبق، اور سرمۂ بصیرت ہے..... مشکل حالات سے دوچار مجاہدین..... اور تفرقے اور انتشار کا شکار افراد..... اس سے..... بہت اعلیٰ اور اونچی نصیحت حاصل کر سکتے ہیں..... یہ بیان ہم سب کے لئے..... ایک بہترین دعوتِ عمل ہے..... اللہ تعالیٰ ہمیں..... توجہ سے پڑھنے، سمجھنے..... اور عمل کرنے کی توفیق عطاء فرمائے..... بیان کی کیسٹ بھی انشاء اللہ..... عنقریب..... افادہ عام کے لئے جاری کی جائے گی.....

﴿یاد رہے کہ کچھ عرصہ پہلے خدام الاسلام (جیش محمد ﷺ) کی صفوں میں کچھ انتشار پیدا کیا گیا تھا اور جماعت کے بعض ساتھی مرکز سے کٹ گئے تھے۔ حضرت مفتی شہید رحمۃ اللہ علیہ نے اس وقت یہ پراثر تاریخی خطاب فرمایا اور اعدائے جہاد کی طرف سے پھیلائے گئے وساوس کا خوب علاج کیا اور مجاہدین کو مرکز کے ساتھ جڑے رہنے کی نصیحت فرمائی﴾

ضبط و ترتیب..... مولانا طلحہ السیف

www.rahimia.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ وحدہ والسلام علی من لانبی بعدہ وعلی آلہ واصحابہ وبارک وسلم تسلیما کثیرا کثیرا،

اما بعد! فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم، بسم اللہ الرحمن الرحیم

یریدون لیطفؤا نور اللہ بافواھھم واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرونo

ھوالذی ارسل رسولہ بالھدی ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ ولو کرہ المشرکونo

یاایھا الذین آمنوا ھل ادلکم علی تجارۃ تنجیکم من عذاب الیمo تومنون باللہ ورسولہ وتجاھدون فی سبیل اللہ باموالکم وانفسکم ذلکم خیر لکم ان کنتم تعلمونo رب اشرح لی صدریo ویسرلی امریo واحلل عقدۃ من لسانیo یفقھوا قولیo

صدق اللہ مولنا العظیم وصدق رسولہ النبی الکریم

مجمع مغفور

آپ حضرات اللہ رب العزت کے ان خوش نصیب اور منتخب بندوں میں سے ہیں جن کو اللہ رب العزت نے اپنے دین کی سربلندی، اعلاء کلمۃ اللہ اور اس دین کی اپنے دشمنوں سے حفاظت کیلئے منتخب کیا، یہ توفیق، یہ انتخاب، یہ سعادت، اتنی آسان اور ہلکی نہیں کہ انسان اپنے اس انتخاب پر اللہ ربّ العزت کا شکر ادا نہ کرے، آپ ان خوش نصیب لوگوں میں شامل ہیں جن کی نگاہ کو اللہ ربّ العزت نے پسندیدہ قرار دیا، جن کے اٹھنے بیٹھنے، چلنے پھرنے، سونے کو عبادت قرار دیا، اور جن کے انعامات کے بیان کے لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک نہیں بے شمار احادیث مبارکہ ہمارے سامنے موجود ہیں، اللہ ربّ العزت جن پر غیرت کرکے اپنے فرشتے امداد کیلئے اتارتا ہے، اور ان خوش نصیبوں کیلئے حیات ابدی کی خوشخبری قرآن مجید کے ذریعے سناتا ہے جو اس راہ میں کامیاب وسرفراز ہوکر اللہ کے دربار میں پہنچ جاتے ہیں، اور پھر اللہ ربّ العزت ان خوش نصیبوں کیلئے یہ اعلان کرتا ہے کہ ان کو یہ مبارک لمحات اتنے پسندیدہ ہوتے ہیں کہ قیامت

کے دن اللہ ربّ العزت سے درخواست کریں گے کہ ہمیں دوبارہ دنیا میں بھیج تا کہ ہم شہادت کا مزہ چکھ سکیں، ایسے خوش نصیب لوگ، ایسے سعادت مند لوگ جس مجمعے میں اس نظریے سے آئیں کہ ہم نے اپنے اس انتخاب پر اللہ ربّ العزت کا شکر ادا کرتے ہوئے اس کام کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق ان اصول وضوابط کے مطابق جو اللہ نے عطا کئے ہیں سرانجام دینا ہے تو اس مجمعے کے مغفور ہونے میں اور اللہ ربّ العزت کا اپنے فرشتوں کے سامنے ان کو گواہ بنا کر یہ اعلان کرنے میں کس کو شک وشبہ ہوسکتا ہے کہ جاؤ میں نے اس مجمعے کو مجمعِ مغفور بنا دیا۔

عظیم سعادت، شدید خطرات

آپ بہت ہی سعادت مند لوگ ہیں اس لئے آپ حضرات کی ذمہ داریاں بھی بہت زیادہ ہیں، اللہ ربّ العزت جن لوگوں کو اپنے گھر بلا کر حج کی سعادت کی توفیق عطا فرماتا ہے تو ان کیلئے شرائط بھی بڑی کڑی رکھتا ہے کہ معمولی سی غلطی ویسے معاف نہیں ہوتی جب تک اللہ کی راہ میں کوئی دم نہ دیں، کیوں، بڑی جگہ، بڑا کام اس لئے تلافی بھی بڑی، تو جو لوگ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کا عزم کر کے، اللہ کے دین کی حفاظت کرنے کی تجارت میں لگ جائیں، جس تجارت کو اللہ رب العزت **تنجیکم من عذاب الیم** کی سند دے تو بغیر شرائط کے اور بغیر ذمہ داریوں کے ہو جائے یہ ممکن نہیں، ایک لمحے میں یا وہ شہید ہوگا یا ریاءکار بن کر جہنم میں چلا جائے گا، لمحہ ایک ہی ہے، کام ایک ہی ہے، طریقہ بھی ایک ہی ہے، لمحات بھی ویسے ہی، کام بھی ویسے ہی، خطرات بھی ویسے ہی، ایک تو **رجال صدقوا ماعاھدو االلہ** اور ایک کو کہا جاتا ہے کہ جو تم چاہتے تھے وہ دنیا میں مل گیا، مرے دونوں ہیں، ہلاکت کہہ دیں، شہادت کہہ دیں، جاں بحق کہہ دیں، فرق صرف اتنا سا ہے کہ ایک نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شرائط واحکام کے مطابق اس کام کو کیا تو **صدقوا ماعاھدو االلہ علیہ** ۔ اللہ اس کی صداقت کی گواہی دے رہا ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ایک لمحے میں یہ جنت میں پہنچ گیا کوئی نماز بھی اس نے نہیں پڑھی، عمل کوئی نیک نہیں کیا مگر شہادت کے رتبے پر فائز ہو گیا، اور ایک شخص ساری زندگی اسی کام میں لگا رہا مگر اللہ فرماتے ہیں کہ جو تم چاہتے تھے وہ تمہیں مل گیا، اس فرق کو سمجھے بغیر جہاد نہیں ہوسکتا، جو لوگ اس فرق کو سمجھ گئے انہوں نے افغانستان کی سرزمین پر انوار پھیلا دیئے، اور جو نہیں سمجھے وہ وہاں مردار قرار دیئے گئے، شہید یا ہلاک مولانا نصر اللہ منصور بھی ہوئے اور احمد شاہ مسعود بھی ہوا، مولانا نصر

اللہ منصور کی زندگی جہاد کی کم ہے اور احمد شاہ مسعود کی زندگی جہاد کی زیادہ ہے، اور اگر بادی النظر سے دیکھا جائے تو بہت ساری چیزیں ایسی ہیں جن میں احمد شاہ مسعود بڑھا ہوا نظر آتا ہے، لیکن جب میرے ربّ کا امتحان اس پر آیا تو وہ کامیاب نہیں ہوا، تو آج اس کو لوگ شہید نہیں کہتے، ۱۸ سال روس کے خلاف لڑنے کے باوجود، میدان عمل میں رہنے کے باوجود وہ شہید نہیں کہلاتا۔ جبکہ لوگ اس کو فاتح روس کہا کرتے تھے، وہ ایک زمانے میں فاتح روس کہلاتا تھا، مگر جب شرائط سے ہٹا..... اللہ نے جہاد کا جذبہ دل سے نکال کر کسی بھی غفلت، کسی بھی نادانی، کسی بھی لغزش کی وجہ سے جب اس کو دوسرے راستے پر ڈال دیا تو اب لوگ کہتے ہیں کہ احمد شاہ مسعود مردار ہو گیا، اس فرق کو سمجھنے والے اللہ ربّ العزت کے ہاں رضی اللہ عنھم و رضوا عنہ کا خطاب پاتے ہیں اور اس فرق کو نہ سمجھنے والے ریاکار بن کر راندۂ درگاہ بن جاتے ہیں۔

تربیت کی ضرورت

اس لئے آپ حضرات تربیت کے اس میدان میں جب اترے ہیں تو پھر سمجھئے کہ جہاد کے اصول وضوابط بھی ہوتے ہیں، ورنہ کراچی کی گلیوں میں بھی جہاد کرنے والے بھی جہاد کے نام پر ہی لوگوں کے ہاتھ میں کھیلتے ہیں، لیکن اس جہاد کو جہادِ مقبول نہیں کہا جاتا، اور ایک معمولی سا لڑکا بغیر کسی قیادت کے افغانستان کی سرزمین پر جاتا ہے اور رجال صدقوا کا عہدہ لے کر آجاتا ہے، کیوں؟ ..... یہ ہے تربیت کا وہ عمل جس کو ہمارے مسلک، ہمارے اکابر علماء دیوبند نے سکھایا تھا، کہ جب تک جس چیز پر آپ جا رہے ہیں، جس چیز کی طرف جا رہے ہیں، اس کے اصول وضوابط آپ نہیں جانتے تو ہر وقت بھٹکنے کا خطرہ ہے، امام اعظم امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بچے کو دیکھا کہ اس کا پاؤں لڑھک رہا ہے، پھسل رہا ہے، گرنے کا اندیشہ ہے، تو کہا کہ بیٹا ذرا سنبھل کہ چلو کہیں گر نہ جاؤ، تو بچہ کہتا ہے امام صاحب! میرے گرنے کی فکر نہ کریں میں گروں گا پاؤں ٹوٹے گا، ہاتھ ٹوٹے گا، سر پہ چوٹ لگ جائے گی، معمولی سا زخمی ہو جاؤں گا یا زیادہ سے زیادہ مر جاؤں گا، لیکن اگر خدانخواستہ آپ پھسلے تو امت پھسل جائے گی، مجاہد پھسلتا ہے تو قوم شکست کھاتی ہے، مجاہد غلطی کرتا ہے قوم خمیازہ بھگتتی ہے، جہاد سب سے مشکل کام ہے، جہاد اتنا مشکل کام ہے اسی لئے اس پر انعامات زیادہ ہیں، لیکن آج ہم اور آپ نے جہاد کی حقیقت کو، روح کو دل سے نکال دیا، اسی لئے روز تنظیمیں بھی بن جاتی ہیں، روز ہمارے دل جہاد سے ہٹ بھی جاتے ہیں، جہاد اللہ کیلئے کیا جاتا

ہے اور اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ جہاد نہیں کیا، حج ایک مرتبہ کیا، نماز صرف دو دن پڑھ کر سکھائی، زکوٰۃ آپ پر فرض ہی نہیں ہوئی، روزے رکھ کر دکھائے لیکن جہاد ایک مرتبہ نہیں کئی غزوات کر کے دکھائے، اور ہر ہر آدمی کی قیمت بتا کر دکھائی اور ہر لمحات ہمیں دکھا کر بتائے، فتح بھی کیسی ہوئی وہ دکھائی، شکست کیسی ہوئی وہ دکھائی، صلح کہاں کی وہ دکھائی۔ کوئی ایسا جزئیہ نہیں تھا جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں نہ ہو، لیکن ہم لوگ تو سب کچھ بھول چکے ہیں، اس لئے جب دل چاہا جہاد کر لیا جب دل چاہا چھوڑ دیا.....

اطاعت کی اہمیت

جہاد ایک تسلسل کا نام ہے، ایک اطاعت کا نام ہے،

ان اللہ اشتری من المؤمنین انفسھم واموالھم بان لھم الجنۃo

فروخت شدہ چیز کا بھی کبھی کوئی اختیار ہوتا ہے؟ جو چیز بک جائے، جو چیز فروخت ہو جائے، اس کی اپنی مِلک نہیں ہوتی، اپنا اختیار نہیں ہوتا اپنی سوچ نہیں ہوتی، فوج کے سپاہی کو اس بات کا اختیار نہیں کہ افسر کوئی حکم دے اس وقت وہ اس کو منع کر دے، بعد میں کورٹ مارشل ہوگا، تأدیب ہوگی اور مجاہد نام ہے اطاعت کا، اگر اس وقت مجاہد علّت اور سبب پوچھے گا حکم کی تو جہاد نہیں کر رہا وہ، جہاد تو نام ہے اپنے آپ کو آنکھیں بند کر کے اللہ کے حکم کے مطابق موت کے حوالے کر دینے کا، اگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین یہ سوچتے کہ ہمیں فتح ہوگی کہ نہیں یا اس کام کا فائدہ کیا ہے، کیوں بھیجا جا رہا ہے؟

حدیبیہ کے موقع پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ عرض کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے، یہ شرائط ہم کیوں منظور کر رہے ہیں، کیا ہم حق پر نہیں؟ آپ فرماتے ہیں اللہ کا یہ حکم ہے، وہاں حجت نہیں کرتے لیکن صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے سامنے حجت کرتے ہیں، کہ کیا ہم بزدل ہو گئے ہیں؟ کمزور ہو گئے ہیں؟ حق پر نہیں ہیں؟ کیوں؟ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اللہ کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ جانتا ہے، اس تاریخی ظاہری شکست کو اللہ فرماتا ہے **انا فتحنا لک فتحا مبینا**o ایسی خطرناک شرائط، اگر محبوب ربّ العٰلمین نہ فرماتے تو اس کو ذلت سے تعبیر کیا جاتا، آپ اور میں ایسی کوئی شرائط پر صلح کریں تو لوگ ہمیں قتل کر دیں، دین نے ایسی شرائط پر صحابہ کرام کو اتباع کا ایسا پیکر بنا دیا کہ اللہ نے فرمایا **انا فتحنا لک فتحا مبینا**o۔ مفسرین نے لکھا ہے

کہ یہ اطاعت اتنی اعلیٰ درجے کی تھی کہ اللہ نے اس کو فتح سے تعبیر کر کے بتادیا کہ ایسے لوگ شکست نہیں کھا سکتے، یہ فتح کیلئے پیدا ہوئے ہیں جو اپنے پیغمبر کی اطاعت اس درجے میں آ کر کر سکتے ہیں یہ لوگ کبھی شکست نہیں کھا سکتے، اور اللہ نے دکھایا کہ فتح مکہ کیسے ہوئی کہ جتنی آسانی سے صلح حدیبیہ کی گئی تھی اتنی آسانی سے مکہ فتح ہوا، یہ اللہ ربّ العزت نے انعام دیا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو اس اتباع کا جو انہوں نے اس حالت میں بھی کیا۔ اس حالت میں انہوں نے جو اتباع کی مثال پیش کی تھی یہ ہے مجاہد کا کردار.....

جہاد کیا ہے؟

جہاد اس کا نام ہے، کہ انسان اپنی مرضی کو، اپنی قوت کو، اپنی طاقت کو، اپنے آپ کو، سب کو اللہ کے سپرد کر دے،

یہ نہیں کہ فتح آئے تو ہم حق پر ہیں اور شکست آئے تو فلانے کی غلطی سے یہ شکست آئی، یہ جہاد نہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے ہوتے ہوئے اگر کوئی لشکر عارضی شکست سے دوچار ہو جاتا ہے اور اللہ اس کو شکست قرار نہیں دیتے تو میں اور آپ اسے کیسے شکست قرار دیں، لیکن ہم عجیب مجاہد ہیں کہ افغانستان میں ہارے تو جہاد چھوڑ دیا، یہ جہاد ہے؟

اگر افغانستان کے مسلمان بھی ہماری طرح مجاہد ہوتے تو آج امریکہ اس پر ایسا قابض ہو جاتا جیسے پاکستان میں بغیر فوج کے قابض ہے، لیکن وہاں اللہ ربّ العزت نے مجاہدین پیدا کئے ہیں جو فتح ہو تب بھی مجاہد ہیں شکست ہو تب بھی مجاہد ہیں، امیر المؤمنین ملا عمر سے ہم نے سوال کیا کہ آپ کوئی تدبیر بھی کرتے ہیں جنگ لڑنے سے پہلے؟ انہوں نے کہا کہ تدبیر تو وہ کرتا ہے جو خود صاحب اختیار ہوتا ہے، جو اللہ کا سپاہی ہوتا ہے اس کو تدبیر کرنے کا کس نے اختیار دیا، اس کیلئے اللہ تدابیر کرتا ہے۔

وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی

یہ تو اللہ پھینک رہے ہیں، غلبت فئة کثیرة باذن اللہ. اللہ کے حکم سے فتح ہو رہی ہے۔ آپ کی قوت، کثرت، قلت کا اس میں کوئی دخل نہیں، لیکن ہمارا جہاد فتح کی صورت میں ہے، اچھائی کی صورت میں ہے، غلبے کی صورت میں ہے، فائدے کی صورت میں ہے، یہ جہاد نہیں ہے یہ ہمارے نفس کا ایک حرص ہے، یہ نفس کی لذت ہے، نفس کا مزہ ہے، مجاہد ہو، تربیت یافتہ ہو

اور میدان سے اس لئے پیچھے ہٹ جائے کہ شکست ہے.....

آخری ملاقات میں امیر المؤمنین ملا عمر سے یہی علماء کرام نے کہا کہ ہم جس رستے پر جارہے ہیں وہ شکست کا رستہ ہے، ہارنے کا رستہ ہے، انہوں نے کہا مجھے بھی معلوم ہے لیکن تاریخ اسلامی میں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی حدیث میں کوئی ایسا حکم بتادو کہ موت کا رستہ چھوڑنے کا حکم ہے کمزوری کی بنیاد پر، تو میں آپ کا مسئلہ ماننے کیلئے تیار ہوں، اور ہمارا کام یہ نہیں ہے کہ ہم نتائج کی طرف دیکھیں، ہمارا کام یہ ہے کہ یہ دیکھیں اللہ کے دین کی سربلندی کس چیز میں ہے، اگر میری شہادت میں ہے، طالبان کے ختم ہونے میں ہے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی تو جنگ بدر میں تین سو تیرہ کو لے کر اترے تھے اور یہ دعاء فرمائی تھی کہ یا اللہ اگر یہ تین سو تیرہ ختم ہوگئے تو کوئی تیرا نام لیوا اس دنیا میں نہیں رہے گا، ان کو معلوم تھا کہ فتح نہیں ہوسکتی، اس طرف ایک تلوار نہیں ہے، وہاں ساری تلواریں..... اس طرف ایک گھوڑا نہیں ہے، وہاں سب گھوڑے.....اس طرف ایک چاقو نہیں ہے وہاں سب کے پاس اسلحہ ہے.....لیکن فتح تو اس رونے میں ہوئی تھی جو آپ تین سو تیرہ کو میدان میں لاکر کے سجدے میں پڑے تھے اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بھی پریشان ہوگئے تھے کہ آپ کی آہ و بکاء ہمیں برداشت نہیں ہے، شہادت برداشت ہے، مجاہد اس کا نام ہے..... کہ ہم مرنے کیلئے تیار ہیں لیکن آپ کی آہ وزاری ہمارے دل کو ریزہ ریزہ کردے گی، تو امیر المؤمنین نے کہا کہ مجاہد کا کام ہے کہ میدانِ عمل میں اتر جائے پھر دونوں صورتوں میں کامیابی ہے یا شہادت یا فتح.....

اور اس نظریے سے طالبان کی اکثریت کو اتفاق نہیں تھا جو امیر المؤمنین کا نظریہ تھا، لیکن ایک طالب کوئی ثابت نہیں کرسکتا جو یہ کہے کہ ہم اطاعتِ امیر نہیں کریں گے، مشورہ دے دیا، تجویز دے دی، مجاہد کا کام ہے مشورہ مانگو وہ مشورہ دے دے، مشورہ مانگا جائے، مشورہ دے دو، اس کے بعد فیصلہ کیا ہوتا ہے یہ امیر کا کام ہے، یہ اہل شوری کا کام ہے، یہ اہل علم کا کام ہے، جب وہ فتویٰ دے دیں، وہ حکم جاری کردیں، اب مجاہد کا کام یہ نہیں ہے کہ وہ سوچے کہ فتح ہوگی کہ نہیں ہوگی۔

شہادتوں کی منڈی

افغانستان کی شکست کے بعد جب پاکستان میں آپ اور ہم مایوسی کا شکار تھے اور ہم میں سے اکثر لوگ جہاد کو ختم سمجھ رہے تھے، آپ میرے سمیت بہت سارے لوگ تھے، بہت سارے علماء جو

سوچتے تھے کہ اب ہم لوگ جہاد دوبارہ نہیں کرسکیں گے، تو اس وقت عرب مجاہدین نے خط جاری کیا کہ اللہ ربّ العزت نے ہمارا امتحان سرزمین افغانستان میں لیا، کئی دفعہ لیا پہلے، اب پھر امتحان لیا اور اس امتحان میں ہمارے اکثر ساتھی سرخرو ہوگئے، اس لئے کہ شہادت کی منڈی لگی تھی، شہادتوں کا ایک بازار لگا تھا جہاں ہمارے اکثر ساتھی سرخرو ہوگئے، اور اچھا مال خرید کر چلے گئے، اب آپ اور میرے لئے پھر بازار لگ رہا ہے، مایوس ہونے والوں کیلئے نہیں، کمزور دل والوں کیلئے نہیں، وہ بازار پکار رہا ہے کہ آؤ، اچھا مال موجود ہے اگر اپنے ساتھیوں کی طرح سرخرو ہونا چاہتے ہو تو میدانِ عمل میں اتر جاؤ۔

لوگ سمجھتے تھے کہ طالبان ختم ہوجائیں گے، مجاہد ختم ہوجائیں گے، مایوسی کی کیفیت..... ایسے لوگ بھی تھے جو کہتے تھے کہ اللہ کو اسلام کی سربلندی پسند نہیں نعوذ باللہ، مسلمان تھے، مجاہد تھے، عالم تھے، کیوں؟.....اس لئے کہ تربیت نہیں تھی، جنگ اُحد کے بعد کوئی مسلمان مرتد نہیں ہوا تھا نعوذ باللہ، کوئی صحابی کمزور نہیں پڑا تھا کہ ہم ہار گئے، شکست خوردہ نہیں بنے تھے، اللہ نے شہید مانگے، صحابہ نے دے دیئے، افغانستان نے شہید مانگے بیس سال دے کر ہم پریشان نہیں ہوئے ایک دفعہ میں کیوں پریشان ہوں گے، آج کیا ہوا، ساری دنیا کہہ رہی کہ پھر مجاہد زندہ ہوگئے، اس لئے کہ اطاعتِ امیر کا جذبہ تھا کہ امیر نے کہا کہ میدان چھوڑ کر اب اپنے اپنے گھروں کو چلے جاؤ یہی جہاد ہے، لوگوں نے نہیں کہا کہ ملا عمر بک گیا، اسامہ بن لادن نے پیسے لے لئے، کیوں کہ وہ مجاہد تھے۔

مومن ومنافق

ہمارے مسلمانوں اور غیر مسلموں کا فرق یہیں پر ظاہر ہوتا ہے، منافقین اور مسلمانوں کا فرق یہیں پر ظاہر ہوتا ہے۔ منافقین شکست میں امیر کو خطا کار قرار دیتے ہیں اور مسلمان اس کو اللہ ربّ العزت کی طرف سے امتحان قرار دیتے ہیں، اتنا فرق ہے۔

آج امیر المؤمنین کی حکمتِ عملی بھی کامیاب ہے۔ اسامہ بن لادن کی حکمتِ عملی بھی کامیاب ہے اور پورے افغانستان میں جہاد ہو رہا ہے، اور آپ اور میں کوس رہے ہیں کبھی اپنی جماعتوں کو کبھی اپنے علماء کو، کبھی اپنی حکومتوں کو، جہاد اس کا نام نہیں ہے، مجاہد تو اللہ ربّ العزت کا سپاہی ہے شہید ہوجائے تو صدقوا ما عاھدو االلہ علیہ، شکست کھا جائے تو تجارۃ تنجیکم

من عذاب الیم میں لگا رہے، جب تک یہ بات پیدا نہیں ہوگی، اپنی ذات، اپنے کاز اور اپنے پر اعتماد پیدا نہیں ہوگا۔

ہمارے اکابر

ہمیں کوئی کہتا ہے کہ آپ کا بزرگ بک گیا تو ہم کہتے ہیں کہ ہم ایسے کو بزرگ بناتے ہی نہیں جو بکنے والا ہو، ہمارے بزرگ خریدنے والے ہوتے ہیں بکنے والے نہیں ہوتے، اس لئے کہ ہماری تاریخ گواہ ہے..... ہماری تاریخ گواہ ہے اس بات کی کہ سر کٹ سکتا ہے جان جا سکتی ہے، لیکن اللہ کے یہ سپاہی جن کو علماء حق علماء دیوبند کہتے ہیں بک نہیں سکتے ہم جب ان کے ہاتھوں پر بیعت کرتے ہیں تو ہمیں یقین ہوتا ہے کہ یہ بیعت مضبوط بیعت ہے۔ دیوبند کوئی معمولی جگہ نہیں تھی، اور کام اس نے کوئی غیر معمولی سے کم تو کیا ہی نہیں ہے، الحمدللہ ثم الحمدللہ تاریخ ہماری گواہ ہے، ہم کھلی تاریخ رکھتے ہیں، اور سنہری تاریخ رکھتے ہیں، ہم حضرت شیخ الہند کے نام لیوا ہیں، حاجی امداد اللہ مہاجر مکی ہمارے سید الطائفہ ہیں، ہم تو سمجھتے ہیں کہ جو ان لوگوں کا نام لینے لگتے ہیں ان کو کوئی خرید نہیں سکتا، چہ جائیکہ ان کے مشن پر چلنے والے بک جائیں۔

پروپیگنڈے کا زور

یریدون لیطفؤا نور اللہ بافواھھم واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرونo

یہ پروپیگنڈہ کوئی نیا نہیں ہے، سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ جاتے ہیں مکہ، لوگ کہتے ہیں بک گیا، کوئی کہتے ہیں وہ عمرے کر رہا ہے، طواف کر رہا ہے، مزے لے رہا ہے۔

محبوبِ ربّ العالمین فرماتے ہیں نہیں عثمان ہمارے بغیر کچھ نہیں کر سکتے، یہ ہے اعتماد..... اعتماد کس کا ہے اور کس پر ہے یہ دیکھئے! پیغمبر اعتماد کر رہا ہے اپنے ایک مجاہد پر..... آج مجھے اور آپ کو اپنے علماء پر اعتماد نہیں، یہ جہاد ہے **یا یریدون لیطفؤا نور اللہ بافواھھم** کے مصداق ہم بنتے ہیں؟ غفار خان نے ایک مرتبہ کہا تھا اپنی قوم سے کہ میں نے تمہارے لئے اپنی زندگی ختم کر دی، تمہیں اب تک یہ پتا نہیں چلا کہ میں ہندو ہوں کہ مسلمان؟ ہم نے اپنے ہزاروں مجاہد اسامہ بن لادن پر ختم کر دیئے لوگ اب بھی کہتے ہیں کہ وہ امریکہ کا ایجنٹ ہے..... ملاّ عمر کو امریکہ نے بنایا تھا..... اور ہم بھی ان کی ہاں میں ہاں تو ملاتے ہیں..... یہ ہے جہاد؟ اور ہمارے لوگ اور ہمارے

اخبار اس میں پڑ کر متاثر بھی ہو جاتے ہیں کہ واقعی وہ کہیں امریکہ کا ایجنٹ نہ ہو.....

ہم تو ان لوگوں سے تعلق رکھتے ہیں کہ جو لوگ اپنے اکابر کی کوئی غلطی بھی دیکھیں تو کہتے ہیں کہ یہ غلطی نہیں اس میں ضرور کوئی حکمت عملی ہوگی، اعتماد جہاد کا سب سے پہلا مرحلہ ہے اور اسی پر کفار سب سے پہلے زد لگاتے ہیں، آج ہم مجاہدین بھی اخبارات کے سہارے زندہ رہنے لگے ہیں اس لئے ہم خود بھی بہت پریشانی میں مبتلا ہیں، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اخبارات پڑھنے والے بھی غیر ثقہ ہو جاتے ہیں، چھاپنے والے نہیں پڑھنے والے بھی غیر ثقہ ہو جاتے ہیں اس لئے کہ وہ جھوٹ کے راوی بن جاتے ہیں، جو چیز کثرت سے جھوٹ ہو اور پھر یقیناً آپ بھی وہ خبر کسی کو سنائیں گے تو آپ بھی راوی بن گئے جھوٹ کے یا نہیں؟

میں آپ کو بتاؤں کہ یہ میڈیا کتنا جھوٹ بولتا ہے، میں قندھار میں تھا جس وقت افغانستان کی جنگ ہو رہی تھی (بھائی میں جنگ اخبار میں بھی کام کرتا ہوں آپ سب کو معلوم ہے) میں نے جنگ میں فون کیا کہ میں قندھار میں ہوں اور آج میں نے فلاں فلاں لوگوں سے ملاقات کی ہے، انہوں نے کہا ہے ابھی ہم جہاد کریں گے، لڑیں گے مریں گے، جیسے بیانات تھے.....

وہ کہنے لگے کہ ہمارے پاس خبر آئی ہے کہ طالبان قندھار سے فرار ہو گئے ہیں اور قندھار انہوں نے امریکہ کے حوالے کر دیا ہے، میں نے کہا کہ میں فون قندھار سے کر رہا ہوں اور اگر آپ کو یقین نہ ہو تو اس فون پر آپ فون کر لیں، کہ میں جھوٹ بول رہا ہوں یا سچ؟ وہ کہتے ہیں کہ آپ کو تو ہم جانتے ہیں آپ جھوٹ نہیں بول رہے، لیکن بہر حال ہمارے پاس یہ خبر ہے ہم یہ خبر لگائیں گے.....

آپ کی خبر نہیں لگائیں گے، میں اس سے کہہ رہا ہوں کہ میں قندھار سے بات کر رہا ہوں، قندھار سے خبر دے رہا ہوں اور ابھی میری ملا عثمانی سے بات ہوئی ہے انہوں نے کہا کہ ہم دفاع کریں گے، جب تک ہماری آخری قوت ہے ہم دفاع کریں گے، وہ کہتے ہیں ہمارے پاس CNN کی خبر موجود ہے ہم آپ کی خبر پر یقین نہیں کریں گے CNN کی خبر پر کریں گے اور ہم سب نے قندھار کی یہ خبر سن کر کالے کپڑے پہنے اپنی کلاشن کوفیں اپنے سامان میں رکھیں اور جہاد کے ترک کرنے کا اعلان کر کے کمرے میں رونے لگے، یہ ہم مجاہد ہیں، جہاد اس کا نام ہے کہ ہم بیٹھ کر روئیں؟

عزمِ نو

جہاد اس کا نام ہے کہ ہم قندھار کے اوپر کھڑے ہو کر قسم کھالیں کہ ہم اس کا بدلہ لیں گے، مایوس نہیں ہونا، سقوط ہوتا ہے، سقوطِ بغداد ہوا ہے، اسپین کا سقوط ہوا ہے، ایک اسلام کا نام لینے والا وہاں باقی نہیں بچا، ہم نے سمرقند کی وہ مسجد دیکھی ہے کہ جس محراب سے اور جس منبر پر چنگیز خان کے فوجیوں نے خطیب کو اٹھا کر اس کی گردن اڑائی تھی، آج پھر وہ مسجد آباد ہے، کیونکہ انہوں نے عزم کیا تھا کہ ہم مر گئے لیکن اسلام کو نہیں چھوڑیں گے، اسلام پھر آئے گا، اور آپ اور میں، جہاد کے سب سے بڑے علمبردار، اپنی جان کو نچھاور کرنے والے، صبر کو پکڑ کر جہاد چھوڑ کر بیٹھ گئے..... یہ ہے تربیت کا فقدان.....

شاملی کے میدان میں شکست کھائی تھی ہمارے اکابر نے، اور اس وقت یہ عزم کیا تھا کہ ہم اس ہندوستان میں اسلام کو بچائیں گے اور انگریز کو نکالیں گے یہ نہیں قسم کھائی تھی کہ ہم اب جہاد نہیں کریں گے، اگر وہ ہماری طرح جہاد سے اس طرح بیٹھ جاتے جیسے ہم لوگ بیٹھ گئے ہیں تو آج آپ اور میں آزادی کے ساتھ یہاں تقریر نہ کر رہے ہوتے، دیوبند میں اس طرح قال اللہ وقال الرسول کے نغمے بلند نہ ہوتے، آج پاکستان کے چپے چپے میں حدثنا کی جو آوازیں بلند ہو رہی ہیں در و بام قال اللہ وقال الرسول سے بلند ہو رہے ہیں یہ اس عزم کا نتیجہ ہے جو شاملی کے میدان میں شکست کھا کر مجاہدین نے کیا تھا، کہ ہم نے اپنے دین کو بچانا ہے، اس کی سربلندی کیلئے، اس کی عظمت کیلئے، اس کو ختم ہونے اس کو ملیامیٹ ہونے سے اور یریدون لیطفؤا نور اللہ کے عزائم کو روکنے کے لئے، اب یہ جہاد کرنا ہے، حکمتِ عملی تبدیل کیجئے، وہاں کسی نے نہیں کہا تھا کہ حضرت رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ بک گیا، حاجی امداد اللہ میدان چھوڑ کر بھاگ گیا، اس لئے کہ وہ مجاہدین اعتماد کے ساتھ اپنے اکابر کے ساتھ اترے تھے، آج میرا اور آپ کا سب سے بڑا نقص یہ ہے کہ ہمیں اپنے اکابر پر اعتماد نہیں۔ ہمیں اپنے بزرگوں پر یقین نہیں ہے کہ وہ کیا کر رہے ہیں اور کیا نہیں کر رہے، اس لئے کہ اطاعت تو ہم نے سیکھی نہیں۔ اطاعت تو ہمیں آتی نہیں.....

اطاعت ہم کہتے ہیں کہ اس کا نام ہے کہ ہمارے جذبات کا خیال ہمارے اکابر کرتے ہیں یا نہیں کرتے، اور وہ ہماری مرضی اور منشا کے مطابق چلتے ہیں یا نہیں چلتے، ایک قائد اور سربراہ سے

ہم تین چار مفتی اور علماء شرع مسئلے کی رو سے گفتگو کرنے گئے، اور ان سے شریعت کا سارا مسئلہ سامنے رکھ کر کہا کہ اب آپ بتایئے کیا کریں گے تو انہوں نے کہا میں تو کردوں گا لیکن میرے یہ کارکن مجھے نہیں چھوڑیں گے، یہ کارکن جو میرے ہیں یہ مجھے اس کی اجازت نہیں دیں گے اس لئے میں مجبور ہوں آپ کی شریعت ماننے سے..... یہ ہم جہاد کرتے ہیں..... جہاد نہیں یہ نفس کی وہ نفسانیت ہے، لذت ہے، جو ہم نے ایک اپنے ساتھ روگ لگا لیا ہے.....

تو اس لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد کے سارے اصول وضوابط شرائط بتا دیں۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو عین اس حالت میں کہ تمام لوگوں کی نگاہوں میں محبت و عقیدت کے مرکز ہیں امیر المؤمنین معزول کرتے ہیں اور وہ فرماتے ہیں کہ مجھے پابند، زنجیروں سے باندھ کر امیر المؤمنین کے پاس لے کر جاؤ، یہ جہاد ہے، اس کا نام جہاد ہے، جہاد اس کا نام نہیں ہے کہ میری بات مانی جائے جو میں کہوں وہ کیا جائے، نہیں..... جہاد اس کا نام ہے کہ اپنے مجاہد ساتھی پر اتنا یقین ہو کہ وہ اپنے خاندان کو لٹا سکتا ہے لیکن ہمارے جہاد کے کاز سے الگ نہیں ہوسکتا، آج کوئی مجاہد پکڑا جاتا ہے دو لگاتے ہیں کہتا ہے مفتی نظام الدین نے مجھے کہا تھا کہ یہاں پہ جا کر بم لگا دو..... یہ جہاد ہے؟ اس کا نام جہاد رکھا ہوا آپ لوگوں نے اور ہم نے.....ہم خوش ہوتے ہیں اس چیز سے۔

کبھی آپ اپنی تاریخ پڑھیں، آج کیوبا میں ایک آپ کو کوئی مجاہد ایسا نہیں ملا ہوگا جس نے کہا ہو کہ میں اسامہ بن لادن کو جانتا ہوں، آپ کیا سزائیں دیں گے پاکستان میں مجاہدین کو جو امریکہ نے کیوبا میں ہمارے مجاہدین کو دی ہیں، کہ وہ جھک نہیں سکتے، بیٹھ نہیں سکتے، چل نہیں سکتے، بھائی عبدالوہاب صاحب ہمارے تبلیغی جماعت کے امیر ایک بار اچانک مغرب کی نماز کے بعد اٹھے اور کہا کہ تم لوگ کتنے مزے سے یہاں پنکھوں کے نیچے بیٹھے ہو تمہیں پتا بھی ہے کہ تمہارے کتنے مجاہد اور بھائی آج اس حالت میں ہیں کہ ان کو نماز پڑھنے نہیں دی جارہی، ان کو قرآن پڑھنے نہیں دیا جارہا، وہ جھک نہیں سکتے، جھک سکتے ہیں تو کھڑے نہیں ہو سکتے.....ان میں سے کسی نے نہیں بتایا اسامہ بن لادن کہاں ہے، اور آپ کے ہمارے وزیرداخلہ کہتے ہیں وہ قبائلی علاقوں میں ہیں۔ اور کتنے سارے مجاہد ہیں جو افغانستان میں اسامہ بن لادن کو ڈھونڈھ رہے ہیں تاکہ اس کو تلاش کر کے پیسے حاصل کریں، یہ مجاہد ہیں مجاہد، نام کے مجاہد..... کیوں؟..... اس لئے کہ تربیت نہیں ہے..... جہاد بہت بڑی ذمہ داری کا نام ہے، بہت بڑے اصول وضوابط،

شرائط کا نام ہے، چند دن معسکر میں رہ کر دو چار اسلحے کی تربیت کا نام جہاد نہیں ہے جہاد نام ہے اللہ کے ہاتھ اپنے آپ کو فروخت کر دینے کا، بیچ دینے کا، حضرت خبیب رضی اللہ عنہ سے سوال کرتا ہے قتل کرنے والا کہ آپ بدلے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہاں لے آیا جائے العیاذ باللہ آپ راضی ہوں گے؟ وہ فرماتے ہیں ان کے لانے کی بات تو دور ہے مدینۃ النبی میں ان کو کانٹا چبھے مجھے یہ برداشت نہیں ہے، خود قتل ہونا برداشت ہے..... جہاد تو اس کا نام ہے، جس کو ہم نے کچھ اور بنا دیا ہے۔

جہاد کی ناقدری

پاکستان کا جہاد بھی اپنی مرضی کا جہاد ہے جس لیڈر کا نام رسالے میں نہ آئے وہ ناراض ہو جاتا ہے کہ میری اہمیت نہیں ہے لہٰذا جہاد کو السلام علیکم..... یہ مجاہد ہیں؟ جس کو اچھا کھانا نہ دیں اور عام مجاہدین کے ساتھ اس کو کہہ دیں کہ وہاں کھالو، جگہ کم ہے، وہ ناراض ہو جاتا ہے کہ میری قدر و منزلت نہیں کی، یہ کیسا جہاد ہے؟ امیر صاحب مل نہیں سکے تو جہاد باطل..... کہ ایک امیر صاحب کو اتنی فرصت نہیں کہ مجاہد سے ملیں لہٰذا جہاد نہیں ہوگا۔ مفتی نظام الدین صاحب جلسے میں نہیں آئے لہٰذا ہم جہاد نہیں کرتے، اس لئے کہ انہوں نے جلسے میں آ کر تقریر نہیں کی، آپ نے جھوٹ بولا، جہاد ختم۔

ہر شخص کسی چیز کے محور کے اندر گھرا ہوا ہے اور اس کا جہاد اسی محور کے اندر گھومتا ہے، فلانے کمانڈر کو موبائل دیا مجھے نہیں دیا لہٰذا میری کمانڈری ختم، میرا استعفیٰ، اب امیر صاحب اس کے لئے موبائل تلاش کر رہے ہیں تاکہ ایک کمانڈر راضی ہو جائے۔ فلانے کمانڈر کو فلانی گاڑی مل گئی مجھے نہیں ملی حالانکہ میرے معسکر میں زیادہ لڑکے ہیں میں نے زیادہ چندہ دیا ہے لہٰذا میں جہاد چھوڑ رہا ہوں، ہم لوگوں کا جہاد بھی عجیب ہے۔

صحیح جہاد کیلئے نفس کشی ضروری ہے

نفس تو ہر بزرگ ختم کراتا ہے، تبلیغی جماعت والے ختم کراتے ہیں، خانقاہ والے ختم کراتے ہیں، مدارس والے ختم کراتے ہیں، تو جہاد میں یہ نفس کیسے چلے گا جو سب سے زیادہ مشکل کام ہے..... جو سب سے زیادہ عزیمت والا کام تھا اس میں ہم نے ساری چیزیں ڈال دیں، بے

اعتمادی اس کے اندر، شہرت، ریاکاری، جاہ، مال، جتنے فتنے تھے جن فتنوں سے اکابر دیوبند نے ہمیں بچا کر اب تک رکھا تھا اس کے اندر.....اور اسی کو ہم نے سب سے ناپاک چیز بنالیا۔

جو جتنی پاک چیز تھی اسے ہم نے ہر چیز سے آلودہ کر دیا، نتیجہ یہ ہے کہ جہادی تنظیمیں پچاس، ساٹھ ہو چکی ہیں، اور اگر میں قسم کھاؤں تو حانث نہیں ہوں گا کہ ہم انگریزوں کے خلاف اتنی نفرت نہیں رکھتے جتنے اپنے آپس میں جہادی تنظیموں میں نفرت ہے، اس کا نام جہاد ہے؟.....کون سی کتاب شریعت کی ایسی ہے جو اس کو جہاد کہتی ہو؟ ہم تو اس جہاد کو دیکھنے والے ہیں جب کھانا نہیں ملتا تھا مجاہدین کو، اور ایک دسترخوان پر ہم نے دیکھا کہ وہاں جام جیلی اور تمام عیش وعشرت کا سامان موجود تھا اور اس کے ساتھ والے معسکر میں مجاہد کو جب ہم نے روٹیاں دیں تو پتہ چلا کہ دس دن بعد ان کو روٹیاں ملی ہیں وہ صرف چنے سے گزارہ کر رہے تھے، لیکن ان کے دل میں یہ شکوہ نہیں تھا کہ اس دسترخوان پر یہ چیزیں کہاں سے آ گئیں..... جہاد اس کا نام تھا..... جہاد اس کا نام تھا کہ ملا سلام کے پاس رات کو جتنے پیسے آتے تھے وہ کوئٹہ بھیج دیتا تھا جب وہ سفارت خانے سے نکلا ہے تو ایک چادر لے کر نکلا ہے کہ میری صرف یہ چادر اپنی ملکیت ہے جہاد اس کا نام تھا کہ جب امیر المؤمنین ملا عمر نے حکم دیا کہ جہاد شروع کرو تو سارے مجاہدین نے جو اُن کے پاس اپنے پیسے تھے لا کر ملا امیر المؤمنین کی گود میں ڈال دیئے کہ یہ امانت پڑے ہوئے تھے یہ لے لیں.....ان کے پاس کوئی ایسا ثبوت نہیں تھا کہ ان کروڑوں روپے کا حساب لیا جاتا، وہ سب یہ سمجھ چکے تھے کہ یہ پیسہ سب ختم ہو گیا اس لئے کہ سقوط کے وقت جو مارا ماری ہوتی ہے سب کو معلوم ہے، سب کچھ لوٹ لیا جاتا ہے.....جن لوگوں کی دیانتوں پر آپ لوگ انگلیاں اٹھاتے ہو انہوں نے کروڑوں روپے طالبان کے ہاتھ میں دے دیئے کہ یہ آپ کی امانت تھی اپنے پاس رکھ لو، اور آپ اور میں اس لئے لڑ رہے ہیں کہ ہمیں موبائل ملتا ہے یا نہیں ملتا، مجھے گاڑی ملی یا نہیں ملی۔ امیر صاحب آٹھ گاڑیوں میں کیوں پھرتے ہیں اور فلانے شہر کا ذمہ دار اتنی اچھی گاڑی میں سفر کیوں کرتا ہے اور اسکی تنخواہ اتنی زیادہ کیوں ہے، اور ہم کہتے ہیں کہ ہم مجاہد ہیں۔

ایسے ہی مجاہدین ان حالات پر آتے ہیں جو آج پاکستان کے حالات ہیں۔ پتا نہیں ہم نے اپنے علماء کی صفات لینے کے بجائے اپنے حکمرانوں کی صفات کیوں لے لیں؟ کیا اس لئے کہ برائی جلدی اثر انداز ہوتی ہے؟

اکابر کی بے نفسی وتواضع

ہم تو ان لوگوں کے نام لیوا ہیں، مفتی احمد الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو میں نے کہا کہ آپ فلانے مدرسے کو چندہ دلانے کیلئے فون کررہے ہیں وہ آپ کو گالیاں دیتا ہے اور ہم نے خود وہ گالیاں سنی ہیں، انہوں نے کہا کہ میں دیتا ہوں مدرسے کیلئے وہ گالیاں دیتا ہے میری ذات کو، میری ذات کا تعلق دین کے کام سے نہیں ہے، مدرسہ کیلئے دیتا ہوں یہ میری ذمہ داری ہے جو وہ کہتا ہے وہ اس کا کام ہے، ہم تو ان لوگوں کے نام لیوا ہیں..... شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ کے درس بخاری میں پرچی ایک آدمی بھیجتا ہے کہ ہم نے سنا ہے کہ آپ ولدالزنا ہیں، آپ فرماتے ہیں کہ بھئی آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے، میرے والد اور والدہ کا نکاح ٹانڈہ میں فلانے مقام پر ہوا تھا اس کے اب بھی دو گواہ زندہ ہیں آپ جا کر ان سے پوچھیں..... ان سے نسبت کر کے ہمیں ان کی صفات لینی چاہئے تھیں اور ہم مجاہدین نے صفات لے لی ہیں اپنے حکمرانوں کی اور اپنے سیاسی رہنماؤں کی، جن کا کام ہی یہ ہے کہ وہ مال و دولت پر لڑائیاں اور جھگڑے کریں، دین کی عظمت ہمارے دلوں سے اتنی کم ہوگئی ہے کہ ہم یہ سوچتے نہیں ہیں کہ ہمارے اس عمل سے دین کو کتنا نقصان پہنچے گا۔

از ماست کہ بر ماست

اس جہاد کو ہمارے دانشوروں نے جتنا نقصان پہنچایا ہے انگریز مصنفین نے اتنا نقصان نہیں پہنچایا، ہمارے جہاد کو ہمارے میڈیا نے جتنا نقصان پہنچایا ہے مسلمانوں کے میڈیا نے انگریزوں کا میڈیا اتنا ہمیں نقصان نہیں پہنچا سکا۔

افغانستان کی سرزمین پر اگر یہ شمالی اتحاد والے اور ہمارے اپنے غدار اور مجرم نہ ہوتے کسی کا باپ شکست نہیں دے سکتا تھا، لیکن ایک طرف ہم پابندی سے بچنے کے لئے رو رہے تھے اور اس طرف روتے تھے کہ میرا بھائی مجھے نہ مارے، وہ فروخت نہ ہوجائے، مفکر اسلام مولانا مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بار کہا کہ میں عجیب مصیبت میں مبتلا ہوں، ایک طرف میں حکمرانوں سے لڑتا ہوں اور ایک طرف مجھے یہ خطرہ ہوتا ہے کہ میرے اپنے ہی ساتھی میری کمر پر خنجر گھونپ دیں، ہم نے افغانستان، عراق ہر جگہ اپنے لوگوں کی، اپنی اس منافقت، اپنی ان

غداریوں، اپنی مال کی محبت اور اپنی حب جاہ کی وجہ سے اپنے مجاہدین کو مروایا، ستر فیصد ہمیں نقصان اپنے مجاہدین نے دیا..... کیوں؟..... اس لئے کہ حبّ جاہ کا مرض ہے..... وہ آگے بڑھ گیا میں کیوں نہیں بڑھا، اس کے ساتھ اتنے لوگ ہیں ہمارے ساتھ کیوں نہیں.....

کثرت کا نشہ

جہاد نام ہے ہر چیز بھول کر صرف اللہ کا ہو جانا، ایسے سارے مجاہدین ہم نے دیکھے ہیں اس لئے افسوس ہوتا ہے، افسوس اسی بات کا ہے کہ کثرت نے ہمیں ختم کر دیا ہم اپنی کثرت کے عُجب میں مبتلا ہو گئے، یہ نہیں دیکھا کہ یہ کثیر تعداد ہماری ہے کتنی؟ بڑے بڑے جلسوں نے ہمارا دماغ خراب کر دیا، جب ہم بیس بیس پچیس پچیس بیٹھ کر سر جوڑ کر روتے تھے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت زیادہ متوجہ ہوتی تھی، آج ہم دعویٰ زیادہ کرتے ہیں، لیکن عمل کیلئے ابھی اس مجمعے سے دس آدمی کشمیر کیلئے مانگیں تو نہیں ملیں گے، اور جہاں بچاؤ اور تحفظ ہو اور شہرت بھی ہو تو ابھی ساری دنیا جانے پر تیار..... جب مزار شریف فتح ہو رہا تھا تو لوگ جہاز پر ٹرک کی طرح چڑھ کر گئے، یہ مجاہد نہیں تھے، نتیجہ کیا نکلا سب بھاگ کر آئے، بھاگ کر آئے نہیں آئے سب؟..... کیوں؟..... کثرت میں ہم زیادہ ہو گئے، افراد ہمارے بڑھ گئے تھے اسلحہ ہمارے پاس تھا، جہازوں پر میں نے کہا ٹرک کی طرح لٹک کر گئے لٹک کر، دروازہ بند نہیں کیا، کہ مزار فتح ہو گیا اب پہنچو، کیوں؟ یہاں سے مزار کی فتح کا ثواب نہیں مل رہا تھا؟

عُجب سے بچئے

حضرت مولانا عزیز گل صاحب رحمۃ اللہ علیہ اسیر مالٹا تھے حضرت شیخ الہند صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے بچوں کی طرح، حضرت مولانا حسین احمد مدنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ آدھی رات کو لوٹا اپنے پیٹ پر رکھ کر اس پانی کی ٹھنڈک کو ختم کرتے تھے اور آدھی رات کو مولانا عزیز گل صاحب ایسا کرتے تھے، مالٹا میں..... ابھی ہمارے بہت سارے لوگ مالٹا کو دیکھ کر آئے ہیں جہاں یہ حضرات قید تھے..... میں نے ان سے درخواست کی جب پہلی دفعہ میں گیا اولی میں پڑھتا تھا اس وقت، تو میں نے ان سے درخواست کی کہ آپ مجھے ایک سبق پڑھا دیں ایک کتاب پڑھا دیں کہ میرے والد صاحب کی خواہش تھی، مجھے تو پڑھنے کا شوق نہیں تھا مگر والد صاحب کی بڑی

خواہش تھی، میں نے ان سے درخواست کی، انہوں نے منع کیا میں نے اصرار کیا، انہوں نے منع کر دیا، پھر بعد میں فرمایا کہ مجھے معلوم ہے تم کیوں پڑھنا چاہتے ہو، میں نے کہا حضرت! والد صاحب کا حکم ہے اس لئے پڑھنا چاہتا ہوں اور تو کوئی بات نہیں، فرمایا! تم کہو گے کہ میں شیخ الہند کے شاگرد کا شاگرد ہوں، اس لئے پڑھنا چاہتے ہو..... آج ہم اس لئے جہاد کرنا چاہتے ہیں تاکہ کہیں قندھار ہم نے فتح کیا تھا، مزار ہم نے فتح کیا تھا، ارگون کی فتح کے وقت ہم تھے، فلانی جگہ کا مال غنیمت ہمیں ملا تھا..... صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے تذکرے میں ہمیں یہ چیزیں نہیں ملتی ہیں.....

انہی مولانا عزیز گل صاحب سے ہم نے درخواست کی کہ آپ اتنے عظیم معرکوں میں شریک ہوئے ہیں، حضرت شیخ الہند کے ساتھ رہے ہیں، آپ سے درخواست ہے کہ آپ اپنے سوانح زندگی کا کچھ حصہ ہمیں بتادیں تاکہ ہم لکھ لیں، فرمایا کہ اگر اللہ نے اس کو قبول کرلیا تو وہ خود محفوظ کردے گا اور اگر قبول نہیں کیا تو بیکار چیزوں کو یاد رکھنے کا کیا فائدہ؟..... اس شیخ الہند کے نام پر ہزاروں لوگوں نے مال و دولت کمالی اور یہ شخص جو خادم تھا اس کو یہ بھی گوارہ نہیں کہ یہ اپنی اصل خدمات بتادے، یہ ہیں علماء دیوبند۔ اس کا نام ہے اکابر دیوبند..... اسی لئے حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب سے مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی نے پوچھا کہ تصوف کس کا نام ہے، فرمایا اپنے آپ کو مٹا دینے کا نام ہے، ہم مجاہد تین دن کی ٹریننگ لیتے ہیں سب سے پہلے واسکٹ پہنتے ہیں، بال لمبے کرتے ہیں اور کلاشنکوف کی اجازت مل جائے تو اس کو لے کر اکڑ کر چلتے ہیں، گاڑی میں کوئی راستے سے آگے بھی جانا چاہے تو کلاشنکوف سے اس کو دھکا دے کر ہٹاتے ہیں، دیکھتے نہیں کہ ہم آرہے ہیں..... یہ جہاد ہے؟ اس کو مجاہد کہتے ہیں؟ ہم نے اس کا نام جہاد رکھا ہوا ہے، ہم اس کو مجاہد سمجھتے ہیں..... کوئی بے چارہ آپ سے پوچھ لے کہ آپ کہاں جارہے ہیں تو آپ مجاہد صاحب کی پیشانی پر بل پڑ جاتے ہیں، اس کو دیکھ کر کہتا ہے دیکھتے نہیں ہو مجاہد آرہے ہیں، ہٹ جاؤ آگے سے..... کونسا جہاد؟ کیسا جہاد؟ کس کا نام ہے جہاد؟ مجاہد اور اکڑے یہ تو سمجھ میں نہیں آتا۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی زبان سے نکل گیا کہ آج تو ہم بہت زیادہ ہیں، اللہ نے فرمایا پھر چلو مسئلہ ہی ختم، کثرت نہیں چاہئے چند چاہئیں، چند، جن چند پر اللہ ربّ العزت کو اتنی غیرت آجائے کہ اللہ کی فتوحات کا دروازہ کھل جائے، وہ مجاہد چاہئے..... سارے رات سوتے ہیں فجر نہیں پڑھتے صبح یوں کہتے ہیں رات کو سفر میں دیر ہوگئی تھی، یہ جہاد ہے؟

وجاھدوا فی اللہ حق جھادہ، یوں جہاد کرو، جیسے جہاد کا حق ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حالات پڑھیں، واقعات پڑھیں۔ اپنے اکابرین کے حالات پڑھیں، آپ کو جہاد کا پتہ چل جائے، تربیت لینا جہاد کیلئے ایسے ہی ضروری ہے جیسے جہاد ضروری ہے جب تک اپنے نفس کو ختم نہیں کریں گے، اپنے آپ کو مٹا نہیں دیں گے، اپنے آپ کو ختم نہیں کر دیں گے، یہ بالوں سے جہاد نہیں ہوتا، یہ واسکٹوں سے جہاد نہیں ہوتا، کالی پگڑیوں سے جہاد نہیں ہوتا۔

عزم مصمم پیدا کیجئے

جہاد دل کی اس رضامندی کا نام ہے، جو دل اللہ کی رضامندی پر اپنے آپ کو قربان کرنے کیلئے تیار ہو جائے۔ جو اپنی ذات کو، اپنے نفس کو، اپنی جان کو، اپنے مال کو، اپنے موھوم حقوق کو، پامال نہ کر سکتا ہو، قربان نہ کر سکتا ہو، جان کو کیا قربان کرے گا، جان تو بڑی چیز ہے، اس کا مرحلہ تو سب سے اخیر میں آتا ہے، سب سے پہلے تو اپنے نام کو مٹا دو کہ ہم مجاہد ہیں..... مجاہد کی نسبت اپنے ساتھ جوڑنا کوئی معمولی بات ہے؟ بالکل ایسا ہے جیسے میں کہوں میں شیخ الہند ہوں، مجاہد کا فیصلہ اللہ آخرت میں کرے گا..... ہمیں نام کی ضرورت نہیں، ہمیں جاہ کی ضرورت نہیں، ہمیں عُجب کی ضرورت نہیں، ہمیں ریاکاری کی ضرورت نہیں، ہمیں اس دل کی ضرورت ہے جو اللہ کی رضامندی پر راضی ہو جائے، جیسے امیر المؤمنین نے فرمایا سارا افغانستان ختم ہو جائے اور امریکہ سرنگوں ہو جائے، صرف اس کا یہ تکبر ختم ہو جائے کہ میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کسی نے بات کی، تو خدا کی قسم کروڑوں انسانوں کا یہ خون ارزاں ہے اللہ کے دین کی عظمت کیلئے، صرف یہ چیز پیدا کر لو، کون سا میڈیا تھا جہاں ملاعمر بیٹھا؟ کونسے رسالے تھے جہاں ملاعمر کے انٹرویو چھپے؟ کون سے ٹیلی ویژن تھے جہاں ملاعمر آیا؟ لیکن آج دنیا کا کوئی چپہ ایسا نہیں ہے جہاں یہ چھوٹا سا بچہ بھی ملاعمر کو نہ جانتا ہو، کس نے اس کو شہرت دی؟ کون سے اخبار نکالے؟ کون سے رسالے نکالے گئے؟ کون سے ٹیلی ویژن مسلمانوں نے آباد کئے؟ کچھ بھی نہیں کیا، میرے ربّ نے جب اس کو بلند کیا تو پھر سارے میڈیا اس کے خلاف، سارے میڈیا اس کے توڑ میں لگے ہوئے ہیں، اللہ نے اس کی اس نیت کی بدولت جو اللہ کے دین کی عظمت کیلئے اس کے دل میں درد پیدا ہو گیا، پوری دنیا کے انسانوں کے کان میں اس کا نام ڈال دیا، اور اس کی ہیبت اور خوف ڈال دیا..... بس یہ جذبہ چاہئے، یہ جذبات بن جائیں گے تربیت مکمل ہو جائے گی، نہیں بنیں گے تو

آپ کے علماء بے ایمان، آپ کے اکابر بے ایمان، آپ کا امیر بے ایمان، آپ کا ہر ذمہ دار بے ایمان، آپ کا ساتھی بے ایمان، شک ہی شک۔ ان تحبط اعمالکم وانتم لاتشعرون، شیطان آپ کے اعمال کو اچھا بنا کر پیش کرے گا، آپ کے دلوں میں وسوسے ڈالے گا، کدورتیں ڈالے گا، غیبتیں ڈالے گا، حسد ڈالے گا اور نتیجہ کیا ہوگا، رسوائی، ذلت کے علاوہ کچھ نہیں ملے گا، اللہ ربّ العزت مجھے بھی اس کی توفیق عطا فرمائے، آپ کو بھی توفیق عطا فرمائے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ ربّ العلمین

www.rangonoor.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تاریخی خطاب جمیلؒ
نمبر۔۲

حضرت مفتی جمیل خان صاحب شہید قدس سرہ نے..... یہ خطاب مورخہ ۲۵ ستمبر ۲۰۰۳ء نشان حق کانفرنس شیرانوالہ باغ گوجرانوالہ میں بطور صدر جلسہ ارشاد فرمایا۔ اس تاریخی خطاب کی کیسٹ دستیاب ہے۔

ضبط وتحریر

طلحہ السیف

www.rahgir.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطاب جمیلؒ نمبر ۲

(نشانِ حق کانفرنس شیرانوالہ باغ)

الحمد للہ وحدہٗ وحدہٗ و الصلوۃ و السلام علی من لا نبی بعدہ و علی آلہ و اصحابہ و بارک وسلم تسلیما کثیرا کثیرا .

اما بعد ! فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم . بسم اللہ الرحمن الرحیم . یا ایھا الذین آمنو ا استعینو ا بالصبر و الصلوۃ ان اللہ مع الصابرین O ولا تقولو لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء و لکن لا تشعرون O ولنبلونکم بشی من الخوف والجوع و نقص من الاموال والانفس و الثمرات و بشر الصابرین O الذین اذا اصابتھم مصیبۃ قالوا انا للہ و انا الیہ راجعون O صدق اللہ مولنا العظیم و صدق رسولہ النبی الکریم

سعادت والی جماعت:

مجھ سے پہلے بھی ہمارے ان ساتھیوں نے جو عملی میدان کے شہ سوار اور میدان جہاد کے بہادر اور عظیم مجاہد ہیں آپ کے سامنے تفصیل سے جہاد کے بارے میں اس کی عظمت' اس کی اہمیت اور غلبۂ اسلام کیلئے اس کی ضرورت وضاحت کے ساتھ بیان فرمائی اور مجھ سے بعد ہم سب کے محبوب رہنما' ہمارے اکابر علماء کرام کے معتمد' ہم سب کے امیر' خدام الاسلام کے امیر' حضرت مولانا مسعود ازہر صاحب آپ کے سامنے تفصیلی بیان کریں گے۔ میرا اس حاضری کا مقصد صرف آپ حضرات کی فہرست میں اپنا نام شامل کرنا ہے اور مجاہدین کے لئے اللہ رب العزت نے جو انعامات و اعزازت عطا فرمائے ہیں اس میں سے اپنا کچھ حصہ لینا ہے۔ شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی نور اللہ مرقدہٗ نے جس وقت ہماری اس جماعت کی

سرپرستی قبول فرمائی تو اس وقت یہ ارشاد فرمایا تھا کہ میں چاہتا ہوں کہ میرا نام بھی ان لوگوں میں شامل ہو جائے اور مجاہدین کے صدقہ جاریہ میں میرا بھی حصہ بن جائے اس لئے میں اس جماعت میں اپنی شمولیت کا اعلان کرتا ہوں۔

ہماری تاریخ:

آپ کے سامنے اور ہمارے سامنے ہمارے اکابر کی تاریخ کوئی مخفی تاریخ نہیں اور ہم لوگ ان علماء کرام سے تعلق رکھتے ہیں جن کے کارنامے، جن کی زندگیاں کھلی کتاب کی شکل میں تاریخ میں محفوظ ہیں۔ ہم وہ لوگ نہیں کہ جو مفادات کے وقت تو مجاہد بن جائیں اور جب مصیبت اور تکلیف کا وقت آئے تو جہاد سے اپنا منہ چھپالیں۔ ہم ان اکابر سے اپنی نسبت رکھتے ہیں جنہوں نے مدارس میں بھی جہاد کا اعلان کیا۔ جلسوں میں بھی جہاد کا اعلان کیا، جیلوں میں جا کر بھی جہاد کا اعلان کیا اور جب خالقدینا ہال کی عدالت میں جج نے ان سے کہا کہ آپ کو معلوم ہے آپ کے اعلان کی سزا کیا ہے؟ اس اعلان کی سزا موت ہے تو ہماری نسبت ان اکابر سے ملتی ہے جنہوں نے کفن دکھا کر اس جج سے مخاطب ہو کر کہا کہ اسی لئے ہم ہر وقت اپنے کندھے پر کفن رکھتے ہیں کہ جب موت کا اعلان ہو جائے تو ہمیں کوئی پس وپیش نہ کرنی پڑے۔ (نعرہ تکبیر..... اللہ اکبر..... سر بکف سر بلند..... دیو بند دیو بند..... جرأت مند غیرت مند..... دیو بند دیو بند..... نعرۂ تکبیر..... اللہ اکبر)

ہمارا نظریہ:

ہماری تاریخ گواہ ہے کہ ہم نے ہر دور میں جہاد کیا اور اس عزم کا اعلان کیا کہ جہاد قیامت تک جاری رہے گا، جو لوگ امریکہ کے لئے جہاد کرتے تھے، جو لوگ مغرب کی خوشنودی کیلئے جہاد کرتے تھے، جو لوگ سعودی عرب کا مال لے کر جہاد کرتے تھے ان کا جہاد اسی وقت تک تھا جب تک یہ تین ملک جہاد کو جہاد سمجھتے تھے اور ہم لوگ الحمدللہ اس وقت بھی جہاد کا اعلان کر رہے ہیں جب ہمارے اپنوں سمیت تمام مسلم حکمران اور دنیا کی طاقتیں اس جہاد کو دہشت گردی کہہ رہی ہیں اور ہمارے مفتی اعظم پاکستان مفتی نظام الدین شامزئی صاحب کا یہ اعلان ہے کہ یہ دہشت گردی نہیں جہاد ہے۔ ہم جہاد چھپ کر نہیں کر رہے ہیں، ہم جہاد مفادات کیلئے نہیں کر رہے، ہم جہاد کسی طاقت کی بنیاد پر نہیں کر رہے، ہم جہاد ایجنسیوں کے لئے نہیں کر رہے، جہاد ہم نے اس

وقت شروع کیا تھا جب امام اہلسنت حضرت مفتی احمد الرحمٰن صاحب نوراللہ مرقدہ نے ہمارا ہاتھ عظیم مجاہد جلال الدین حقانی کے ہاتھ میں دیا تھا۔ اس عظیم مجاہد نے اگر ۱۱ ستمبر کے بعد جہاد نہیں چھوڑا تو ہم بھی جہاد چھوڑنے کے لئے تیار نہیں۔ یہ غلط فہمی ہوگی ان لوگوں کو جو حکومتوں کیلئے جہاد کررہے ہیں' جو بڑی قوتوں کے لئے جہاد کرتے ہیں' جو اس لئے جہاد کرتے ہیں کہ تصویر کھنچانی آسان ہو جائے' جو اس لئے جہاد کرتے ہیں کہ جہاد کے نام پر اسلحہ ملتا ہے اس کو بیچ کر ہم مال کمائیں گے۔ ہمارا جہاد جب شروع ہوا تھا تو غریبوں کے چندے پر شروع ہوا تھا اور ہمارا جہاد قیامت تک چلے گا۔ دیوبند اگر غریبوں بلکہ مسکینوں کے چندے پر پوری دنیا میں دین کی اشاعت کا فریضہ سرانجام دے سکتا ہے اور حکمرانوں کی امداد کو ٹھوکریں مار سکتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے میرے یہ عظیم مجاہد' معصوم مجاہد' سر پر کفن باندھنے والے مجاہد بھی چنے کھا کر' بھوکے پیٹ رہ کر جہاد کر سکتے ہیں لیکن کسی حکمران کی امداد لے کر جہاد کو چھوڑ نہیں سکتے۔

ہمارے حضرت شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی نوراللہ مرقدہ اس قصے کا بار بار تذکرہ فرماتے تھے کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے کہا کہ اب تو بہت ساری لوطائیں لکھی جا چکی ہیں آپ کی کتاب کی طرح' تو انہوں نے وہ تاریخی جملہ ارشاد فرمایا تھا جو ہمارے مسلک دیوبند کی بنیاد ہے' جو ہمارے اکابر کی بنیاد ہے' جس کی بنیاد پر جیسے امام مالک کا نام چل رہا ہے ہمارے اکابر دیوبند کا کام بھی چل رہا ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ وقت بتادے گا کہ کس کی مؤطا اللہ کے لئے لکھی گئی تھی اور کس کی مؤطا ریاکاری اور تکبر کے لئے لکھی گئی تھی اور اللہ نے دکھایا کہ تمام مؤطائیں ختم ہیں امام مالک کی مؤطا موجود ہے۔ ہم نے اپنے جہاد کی بنیاد اپنے اکابرین حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰن صاحب مفتی اعظم پاکستان حضرت مفتی ولی حسن صاحب' شہید اسلام مولانا محمد یوسف لدھیانوی نوراللہ مرقدہم' شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا سرفراز خان صفدر' شیخ طریقت سید نفیس شاہ صاحب' شیخ المشائخ خواجہ خواجگان حضرت مولانا خان محمد صاحب کی نسبتوں پر رکھی ہے۔ یہ لوگ عزیمت والے لوگ ہیں۔ یہ لوگ جس اخلاص کے لوگ ہیں۔ یہ لوگ جس درجے کے لوگ ہیں ان کی نسبت رکھنے والے غدار اور بے وفا نہیں ہو سکتے۔ ان سے نسبت رکھنے والے لوگ مجاہدین کا سودا نہیں کر سکتے۔ ان سے نسبت رکھنے والے لوگ جہاد تو کجا ایک دفعہ اللہ کا نام بھی زبان پر کسی مفاد کی خاطر لانا گوارہ نہیں کر سکتے، جہاد کو

کیسے مفاد کیلئے کر سکتے ہیں۔

یہ جماعت قائم رہے گی:

وقت دکھائے گا اور دکھا رہا ہے کہ جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن یا دارالعلوم دیوبند سے نسبت رکھنے والے دیگر مدارس کس طرح اپنے اخلاص وللہیت کی بنیاد پر قائم رہے جنہوں نے اپنے اکابر کے طرز پر کام چلایا' اخلاص وللہیت سے کام چلایا' اسی طرح وقت بتا رہا ہے کہ جو خدام الاسلام اللہ کے لئے بنی تھی وہ قائم ہے اور قائم رہے گی اس کو کوئی چیز ختم نہیں کر سکتی' اس کو امریکہ کا میڈیا اپنے غلط پروپیگنڈے کے ذریعے اور ایجنسیوں کے لوگ اپنی بدزبانیوں کے ذریعے ختم نہیں کر سکتے۔ یہ اکابر کی نسبتوں کی لاج رکھنے والی جماعت ہے' یہ وہ مجاہد ہیں جو اپنی جانیں قربان کر سکتے ہیں لیکن اپنے اکابر کی عزت پر حرف نہیں آنے نہیں دے سکتے۔

جہاد ایک نازک عمل:

یہ جہاد بہت ہی عظیم کام ہے۔ جب اللہ رب العزت ایک چھوٹی سی عبادت کے لئے شرائط رکھتا ہے اور بغیر شرائط کے اس کو قبول نہیں کرتا تو جہاد کیسے بغیر شرائط کے چل سکتا ہے۔ ایک بات آپ تمام مجاہد مجھ سمیت ذہن نشین کر لیں کہ ایک لمحہ ہے جس لمحے میں آپ **بل احیاء ولکن لا تشعرون** کا کا مصداق بھی بن سکتے ہیں اور اسی لمحے میں آپ اللہ رب العزت کی طرف سے یہ وعید بھی حاصل کر سکتے ہیں کہ تم جو چاہتے تھے تمہیں مل گیا' اب جاؤ تمہیں جہنم میں ڈالا جا رہا ہے۔ بہت مختصر سا لمحہ ہے اور بڑی متضاد جزائیں ہیں۔

جو لوگ مجاہد ہیں' جو اللہ کے لئے جہاد کرتے ہیں' جنہوں نے نبی اکرم ﷺ کے اتباع کیلئے جہاد کیا وہ بڑی سے بڑی شکست سے مایوس نہیں ہوتے اور بڑی سے بڑی فتح سے عجب میں مبتلا نہیں ہوتے۔ امیر المومنین ملا عمر جب حکمران وقت تھے تو یہی حالت تھی اور آج جب وہ اپنے لشکر کو جمع کر رہے ہیں تو وہی حالت ہے۔ اس لئے کہ دونوں حالتوں میں وہ اللہ کے لئے جہاد کر رہے تھے (نعرہ تکبیر.....اللہ اکبر.....امیر المومنین ملا محمد عمر.....زندہ باد.....تحریک اسلامی طالبان .....زندہ باد.....خدام الاسلام.....زندہ باد)

اگر طالبان نے بھی' امیر المومنین ملا عمر نے بھی اللہ کے لئے جہاد نہ کیا ہوتا تو آج ان کے مجاہد بھی اسی طرح منتشر ہو جاتے جس طرح پہلی مجاہد تنظیموں کے مجاہدین منتشر ہو گئے۔ لیکن کیونکہ

کے جیل خانے اور عقوبت خانے گواہ ہیں' شبر خان جیل کے اذیت خانے گواہ ہیں اور سرزمین افغانستان کا ایک ایک چپہ جہاں آج صرف درندہ صفت امریکی ہی نہیں بلکہ کئی نام نہاد مجاہد بھی ان طالبان کو ڈھونڈتے پھر رہے ہیں، گواہ ہے کہ اللہ کے یہ عظیم مجاہد آج بھی اسی طرح اخلاص و للّٰہیت کا پیکر بنے ہوئے اللہ کی رضامندی کے حصول کیلئے اپنی جانوں کو قربان کرنے کو تیار بیٹھے ہوئے ہیں..... کیوں؟..... اس لئے کہ اخلاص وللّٰہیت پر طالبان کی بنیاد بنی تھی..... کہاں چلی گئیں وہ ساری تنظیمیں جو جہاد کا اعلان کرتی تھیں لیکن جب سقوط قندھار ہوا تو سب بلوں میں گھس گئے..... کیوں؟..... اس لئے کہ اب امریکہ اور کفار ناراض ہوں گے لیکن اللہ کے یہ شیر' اللہ کے یہ مجاہد جو اللہ کے لئے جہاد کر رہے تھے وہ اسی عزم کے ساتھ لگے رہے' ان کو اپنے حکمرانوں کی دھمکیوں نے اور سپر طاقت کے حکمرانوں کی دھمکیوں نے جہاد سے نہیں روکا' ان کے سامنے صرف اللہ کی ذات ہے' اللہ کی رضامندی ہے اور دین اسلام کی سربلندی ہے۔

مخلصین کی جماعت:

یاد رکھیئے! آپ اور میں اپنے ان اکابر سے نسبت رکھتے ہیں اور پھر آپ نے اپنے ساتھ مجاہد کا لیبل لگایا ہے اور پھر خدام الاسلام کے مجاہد بنے ہیں۔

محدث العصر حضرت مولانا محمد یوسف بنوری صاحب نور اللہ مرقدہ اپنے پہلے بیان میں طلبہ سے فرمایا کرتے تھے کہ جو اللہ کے لئے آیا ہے وہ بنوری ٹاؤن میں داخل ہو جائے جو کسی اور نیت سے آیا ہے وہ چلا جائے۔ خدام الاسلام مخلصین مجاہدین کی جماعت ہے۔ اللہ رب العزت سے اخلاص' للّٰہیت اس کی رضامندی کے حصول' غلبہ اسلام کی تڑپ اور جذبہ رکھنے والوں کی جماعت ہے' جو اللہ کیلئے کام کرنا چاہتا ہے' جو صحیح معنوں میں مجاہد بننا چاہتا ہے' وہ اس جماعت میں آجائے' ورنہ اس جماعت کو کثرت کی ضرورت نہیں ہے۔ اس جماعت کو لیڈروں کی ضرورت نہیں ہے' اس جماعت کو جتھے داروں کی ضرورت نہیں ہے' اگر یہی کام کرنا ہوتا تو بہت ساری تنظیمیں موجود تھیں وہاں شامل ہو سکتے تھے..... اس جماعت کی بنیاد جب امیر المومنین ملا عمر کی مشاورت اور رہنمائی سے رکھی گئی تو یہی کہا گیا تھا کہ یہاں مخلصین آئیں گے۔ کثرت مطلوب

نہیں ہوگی' اسی بنیاد پر بڑے فیصلے کرنا آسان ہوتے ہیں۔ مجاہدین پر فیصلہ نافذ کرنا آسان ہوتا ہے' جتھے داروں پر فیصلہ نافذ کرنا آسان نہیں ہوتا' اسی لئے ہمارے حکمران کوئی فیصلہ نہیں کر سکتے کیونکہ انہیں اللہ ربّ العزت سے زیادہ اپنے جتھے داروں کی رضامندی مطلوب ہوتی ہے۔ اللہ کی رضامندی چاہنے والے اس جماعت میں آجائیں چاہے وہ چند ہی ہوں۔

مجاہد کیسے ہوں؟

خدام الاسلام وہ مجاہد چاہتی ہے جو جب ہاتھ اٹھائیں تو اللہ کی رحمت برسے' جب وہ کسی میدان میں اتریں تو اللہ کی غیرت وحمیت فرشتوں کی امداد پر مجبور ہو جائے' پیٹھ پھیرنے والوں کی' بھاگنے والوں کی کثرت نہیں چاہئے۔ ان مجاہدین کی کثرت نہیں چاہئے جو واسکٹ پہن کر مجاہد بن جاتے ہیں' ایک کلاشن ہاتھ میں آجائے تو اپنے آپے میں نہیں رہتے..... اس کو مجاہد نہیں کہتے..... ہم نے اکابر کو تواضع کی صورت میں دیکھا ہے۔ للّٰہیت کی صورت میں دیکھا ہے' اخلاص کی صورت میں دیکھا ہے' ہمارے حضرت لدھیانوی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ چند چاہئیں لیکن وہ جو انقلاب پیدا کر دیں۔ ایک ملامحمود نے انقلاب برپا کر دیا۔ جہاں آپ چلے جائیں دنیا کے کسی خطے میں' دین کی اشاعت' دین کی تبلیغ' دین کا جہاد' قلب کی اصلاح کے لئے اگر کوئی فرد ملے گا تو وہ ملامحمود سے اپنی نسبت رکھنے والا ہوگا..... کیوں؟ اس لئے کہ پڑھانے والا بھی اخلاص وللّٰہیت کا پیکر اور پڑھنے والا بھی اخلاص وللّٰہیت کا پیکر..... یہ جماعت خالص اکابر دارالعلوم دیوبند کی طرز پر بنی ہے جو اس جماعت میں ان کے رستے سے ہٹے گا' خدام الاسلام خود بخود اسے فارغ کر دے گی۔ ہمارے حضرت بنوریؒ فرمایا کرتے تھے کہ جو اخلاص وللّٰہیت سے ہٹے گا بنوری ٹاؤن اسے خود ہی فارغ کر دے گا۔

کسی کی خوشامد کی ضرورت نہیں ہے۔ اتنی خوشامد اللہ کی آدمی کیوں نہ کرلئے اللہ کے سامنے کیوں نہ روئے۔ جو لوگ اپنے اکابر پر' اپنے امیر پر' اپنے علماء پر' اپنے مدارس پر' اپنی خانقاہوں پر اعتماد نہیں کر سکتے وہ مجاہد نہیں وہ علماء کے دشمن ہیں۔ جن کی زبانیں اپنے اکابر کے' اپنے امیر کے' اپنے بزرگوں کے لئے کھلتی ہیں وہ مجاہد نہیں اسلام کو نقصان پہنچانے والے لوگ ہیں۔ یریدون لیطفئوا نور اللہ بافواھھم اپنی زبانوں سے اسلام کو نقصان پہنچانے' اسلام

کو تباہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

اس لئے اس جماعت میں آنا اپنے آپ کو امتحان میں ڈالنا ہے' اپنے آپ کو اس کسوٹی پر ڈالنا ہے جس پر اللہ ربّ العزت پرکھتے ہیں۔ آخر یہ اکابر علماء ویسے ہی سرپرستی نہیں کر رہے' نہ ان کو ضرورت ہوتی ہے' نہ ہماری جماعت کو کوئی جعلی خط بنانے کی ضرورت ہے۔ جو بات خدام الاسلام کرے گی یا ہم کریں گے علی الاعلان کریں گے۔ مفتی نظام الدین صاحب نے کوئی چھپ کر امریکہ کے خلاف فتویٰ نہیں دیا بلکہ تمام میڈیا کے سامنے اعلان کیا کہ ہم امریکہ کے خلاف جہاد کریں گے اور اب بھی وہی فتویٰ باقی ہے اُن کا۔ لوگوں نے کہا کہ جہاد ختم ہو گیا اس لئے کہ طالبان نہیں رہے۔ ہم نے اللہ کیلئے جہاد دوبارہ شروع کر دیا۔

عزمِ نو:

خدام الاسلام ان مجاہدین کی تلاش میں ہے جو صرف اللہ رب العزت کی رضا مندی' اخلاص وللّٰہیت اور اپنے اکابر اور اپنے امیر پر اعتماد کے بل بوتے پر میدان میں اتریں۔

ہم نے اپنے اکابر کو اسی طرز پر دیکھا ہے' اسی طریقے پر دیکھا ہے' اسی انداز میں کام کرتے دیکھا ہے' آپ ابھی چلے جائیے نصرۃ العلوم زیادہ دور نہیں ہے۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا سرفراز خان صفدر جن پر ہمیں ناز ہے' صوفی عبدالحمید صاحب دامت برکاتہم ہم قسم کھا سکتے ہیں ان کے تقویٰ پر' ان کے علم پر' ان کی عظمت پر' ہم اپنے اکابر میں سے ہر ایک کے بارے میں گواہی دے سکتے ہیں کہ یہ اللہ کے ہاں مقبول ہیں۔ وہ بے اعتماد لوگ اور ہیں جن کو اپنی ذات پر اعتماد نہیں اس لئے اپنے اکابر پر اعتماد نہیں کر سکتے۔ ہم نے اپنے اکابر کے ہاتھوں اپنے آپ کو فروخت کیا ہوا ہے' اللہ کیلئے۔ امیر شریعت حضرت سید عطاء اللہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ دس ہزار سے زائد جو مسلمان عقیدہ ختم نبوت کے لئے شہید ہوئے ہیں ان کے خون کا ذمہ اپنے کندھوں پر لینے کے لئے تیار ہوں۔ یہ ہمارے اکابر تھے..... ہم نے افغانستان میں جہاد کیا' کریں گے' کرتے رہیں گے' جہاں مسلمان مظلوم ہوگا وہاں جہاد کریں گے' کرتے رہیں گے' اس کو کوئی جہاد کہے' اس کو کوئی دہشت گردی کہے' اس کو کوئی منافرت کہے' کچھ کہے ہم جہاد کریں گے کیونکہ ہمارے اکابر کا حکم ہے (نعرہ تکبیر..... اللہ اکبر..... لبیک لبیک..... اللھم لبیک..... نعرہ تکبیر..... اللہ اکبر) ہم نے جنرل مشرف کے کہنے پر جہاد شروع کیا تھا نہ شاہ فہد کے کہنے پر جہاد شروع کیا

تھا' نہ کسی ایجنسی کے لئے جہاد شروع کیا تھا۔ امام اہلسنت نے ہمیں ایک مجاہد کے ہاتھ میں دیا تھا جب تک زندہ ہیں جہاد کرتے رہیں گے۔

دنیا جو بھی کہے..... دنیا اسے دہشت گردی کہہ لے' اس کو ملک کی سلمیت کے خلاف کہے .....ہم اپنے ملک کے اپنے ان حکمرانوں سے زیادہ وفادار ہیں۔ اس ملک کو جب بھی ضرورت قربانیوں کی پڑی ہے اکابر علماء نے قربانیاں دی ہیں' ہمارے مجاہدین نے دی ہیں' ہم اس ملک کے ان سے زیادہ مخلص ہیں۔

اُصولِ جہاد کو سمجھئے:

اس لئے اس جماعت میں آنے کیلئے آپ کو اصولِ جہاد پڑھنے پڑھیں گے' تربیت لینی پڑے گی' کوئی شخص جتھے کی صورت میں' جماعت کی صورت میں' اپنے عہدے کی صورت میں اگر اس جماعت میں آنا چاہتا ہے تو یہ اصول جہاد کے خلاف ہے۔ اکابر پر اعتماد' اپنے امیر کی اطاعت' جماعت کے اصولوں کی پابندی۔ اس صورت میں جہاد کرتے ہیں تو سارے اکابر آپ کے ساتھ ہیں' اس راستے سے ہٹیں گے تو اپنے بزرگوں کی عزت ہم کسی کے ہاتھوں نیلام نہیں ہونے دیں گے' نہ ہی ہمارے بزرگوں کی عزتیں اتنی ارزاں ہیں کہ جو چاہے زبان سے بکواس کرے۔

مجاہد بننے کے لئے آپ کو نبی اکرم ﷺ' صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین اور اکابر علماء کرام کی زندگیوں کا مطالعہ کرنا ہوگا۔

اللہ تعالیٰ تا قیامت ہمیں اور ہماری نسلوں کو جہاد کرتے رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔

و آخر دعوانا ان الحمدلله رب العلمين

www.agenor.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سوانحی خاکہ

حضرت مولانا مفتی محمد جمیل خان شہیدؒ کا مختصر سوانحی خاکہ پیشِ خدمت ہے..... جناب اطہر عظیم صاحب نے اسے ترتیب دیا ہے.....اور ہفت روزہ ختم نبوت کراچی نے اسے شائع کیا ہے.....ہم ہفت روزہ ختم نبوت کے شکریہ کے ساتھ.....اسے بھی.....اس مبارک دستاویز کا حصہ بنا رہے ہیں.....

www.rahimia.com

حیات جمیل رحمہ اللہ ایک نظر میں

سن ولادت.....۱۹۵۳ء (بمطابق پاسپورٹ)

جائے پیدائش.....کراچی۔

والد کا نام.....حضرت حاجی عبدالسمیع رحمۃ اللہ علیہ (خلیفہ مجاز حضرت مولانا فقیر محمد پشاوریؒ)۔

تعلیم.....تکمیل حفظ جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن، ابتدائی تعلیم جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن میں حاصل کی، درمیان میں ایک سال کیلئے گوجرانوالہ حضرت مولانا مفتی خلیلؒ کے مدرسے جامعہ اشرفیہ میں حصولِ علم کے لئے تشریف لے گئے، بعدازاں تکمیل درس نظامی (ایم اے عربی، ایم اے اسلامیات) جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن سے کی۔ تخصص فی الفقہ کا دوسالہ کورس مکمل کر کے مفتی بنے۔

ممتاز اساتذہ.....حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ، حضرت مولانا مفتی ولی حسن ٹونکیؒ، حضرت مولانا محمد ادریس میرٹھیؒ، حضرت مولانا مفتی خلیلؒ، حضرت مولانا بدیع الزمانؒ، حضرت مولانا مصباح اللہ شاہؒ، حضرت مولانا محمد عبداللہ کاکاخیلؒ، حضرت مولانا محمد سوانیؒ، حضرت مولانا عبدالقیوم چترالی، حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر۔

دورۂ تفسیر.....حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھا۔

تدریس.....تعلیم سے فراغت کے بعد جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن میں تدریسی خدمات سرانجام دیں اور اس کے ساتھ انتظامی امور میں بھی حصہ لیا۔

www.ragonoor.com

تحریکات میں شرکت.....۱۹۷۴ء، ۱۹۸۴ء کی تحریکات ختم نبوت اور اس کے بعد سے تمام تحریکات ختم نبوت میں بھرپور شرکت۔ سواد اعظم کی تحریک میں بھی حصہ لیا۔ سندھ میں قادیانی وزیر کنور ادریس کی بطور وزیر تعیناتی کے خلاف تین ماہ تک زبردست جدوجہد کی۔

اسارت.....گیارہ سال کی عمر میں بدنام زمانہ فلم ''ڈان آف اسلام'' کے خلاف مسلم بچوں کے ہمراہ احتجاجی جلوس نکالا جس کی پاداش میں انہیں پولیس نے گرفتار کرلیا اور انہیں تھانے کے لاک اپ میں رہنا پڑا۔ ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت کے دوران تحریک میں گرم جوشی سے حصہ لینے کی پاداش میں آپ ۲۰، ۲۱ سال کی عمر میں پابند سلاسل ہوئے۔

تبلیغی اسفار.....امریکہ، برطانیہ، جرمنی، فرانس، جنوبی افریقہ سمیت دنیا کے مختلف ممالک کے تبلیغی دورے کئے اور وہاں مختلف مواقع پر لیکچرز دیئے اور دینی اجتماعات، کانفرنسوں اور سیمیناروں میں شرکت کی۔

ختم نبوت کانفرنس برمنگھم.....ختم نبوت کانفرنس برمنگھم آپ کے بغیر ادھوری سمجھی جاتی تھی۔ اس کانفرنس کی کامیابی کیلئے آپ نے بے مثال خدمات انجام دیں۔

تصنیف وتالیف.....عقیدۂ توحید پر ایک کتاب آپ کے نام سے شائع ہوئی۔ اس کے علاوہ بے شمار کتابوں پر پیش لفظ، مقدمات اور تقاریظ لکھیں۔ بے شمار کتب کی تدوین واشاعت میں حصہ لیا۔

اقرأ روضۃ الاطفال کے بانی.....آپ نے اقرأ ایجوکیشنل سسٹم کی بنیاد رکھی۔ اقرأ روضۃ الاطفال کے آپ بانی اور نائب مدیر تھے۔ آپ نے اپنی پوری زندگی اقرأ مدارس کے ذریعہ قرآن کریم کی تعلیم کے فروغ میں خرچ کی۔

صحافت سے وابستگی.....۷۹۔۱۹۷۸ء سے روزنامہ جنگ کراچی کے ہفتہ وار شائع ہوئے والے اسلامی صفحہ اقرأ میں حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ کے معاون خصوصی کی

حیثیت سے خدمات سرانجام دے رہے تھے۔ حضرت لدھیانوی شہیدؒ کے بعد اس صفحہ کے انچارج آپ تھے۔ گزشتہ دس سال سے آپ انگریزی روزنامہ دی نیوز کے اسلامی صفحہ کے انچارج تھے۔ ماہنامہ اقرأ ڈائجسٹ کے پبلشر تھے ہفت روزہ لولاک ملتان کے مدیر تھے ہفت روزہ ختم نبوت کراچی کی مجلس ادارت کے رکن تھے اس کے علاوہ دیگر بے شمار رسائل و جرائد کی مجلس ادارت و مشاورت کے بھی رکن رکین تھے۔ اندرون ملک اور بیرون ملک مختلف اسلامی کانفرنسوں، سیمیناروں اور پروگراموں کی رپورٹنگ کرتے تھے۔ صحیح معنی میں اخبارات کے ذریعہ اسلامی صحافت کے معمار تھے۔

جہاد سے وابستگی..... افغانستان پر روسی حملے کے خلاف ہونے والے جہاد میں شرکت کی، مجاہدین کی سرپرستی کی طالبان حکومت کی اعانت و سرپرستی کی افغانستان پر حملے کے خلاف دینی قوتوں کی جدوجہد میں بھرپور حصہ لیا، دنیا بھر میں جہاد کے حوالے سے بین الاقوامی خدمات انجام دیں۔ جہاد کے بارے میں پائی جانے والی غلط فہمیوں کو دور کیا۔ اخبارات و جرائد میں جہاد کی ضرورت و اہمیت اور موجودہ دور میں جہاد کے تقاضوں پر مضامین لکھے۔

دینی جماعتوں سے وابستگی..... عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی مرکزی مجلس شوریٰ کے رکن تھے، حضرت مولانا فضل الرحمٰن کی زیر امارت کام کرنے والی جمعیت علمائے اسلام کے سابق مرکزی سیکریٹری اطلاعات تھے۔ مفتی محمودؒ اکیڈمی کے ذمہ دار تھے۔ علمائے کرام اور دینی جماعتوں کے اتحاد کیلئے آپ نے ناقابل فراموش جدوجہد کی۔

حج وعمرہ کے حوالے سے خدمات..... حج وعمرے سے آپ کو خصوصی شغف تھا۔ اسی وجہ سے عازمین حج وعمرہ کی سہولت اور انہیں خدمات کی فراہمی کی خاطر ختم نبوت حج گروپ کی بنیاد رکھی جس کی خدمات سے ہزاروں افراد نے فائدہ اٹھایا۔

فرقہ واریت سے نفرت..... فرقہ واریت اور فرقہ وارانہ فسادات سے سخت دلبرداشتہ تھے۔ وہ اسے اسلام اور ملک کیلئے سنگین خطرہ سمجھتے تھے۔ اور اتحاد بین المسلمین کے قائل تھے۔

پسماندگان..... بیوہ کے علاوہ چار صاحبزادے اور پانچ صاحبزادیاں شامل ہیں۔ سوائے ایک صغیر بن صاحبزادے کے باقی تمام اولاد حافظ قرآن اور عالم دین ہے۔ دیگر پسماندگان میں ان کی والدہ ماجدہ، چھ بھائی اور بہنیں شامل ہیں۔

تصوف و روحانیت..... مفتی محمد جمیل خان شہیدؒ کے سب سے پہلے پیرومرشد حضرت اقدس حکیم الامت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ کے خلیفہ مجاز حضرت مولانا فقیر محمد پشاوریؒ ہیں جن سے آپ کو خلافت و اجازت بھی حاصل ہوئی۔ حضرت پشاوریؒ کی وفات کے بعد آپ نے دوسری بیعت حضرت پشاوریؒ اور حضرت مولانا سید سلیمان ندویؒ کے خلیفہ مجاز حضرت مولانا محمد اشرفؒ سے کی۔ ان کی وفات کے بعد تیسری بیعت شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ سے کی جنہوں نے آپ کو بیعت کرنے کے فوراً بعد خلافت و اجازت سے نوازا۔ حضرت لدھیانویؒ کی شہادت کے بعد آپ نے قطب الاقطاب، خواجہ خواجگان حضرت اقدس مولانا خواجہ خان محمد دامت برکاتہم العالیہ سے بیعت کی تجدید کی۔ اس کے علاوہ آپ کو محدث اعظم، شیخ الحدیث حضرت اقدس مولانا محمد سرفراز خان صفدر دامت برکاتہم العالیہ اور حضرت مولانا ڈاکٹر محمد اسماعیل مدنی دامت برکاتہم (خلیفہ مجاز حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنیؒ۔ حال مقیم امریکہ) سے بھی خلافت و اجازت حاصل ہے۔ مفتی محمد جمیل خان شہیدؒ نے اصلاح و ارشاد کے سلسلے کو آگے بڑھانے کیلئے سلوک متعارف کو نہیں اپنایا بلکہ بیعت و اذکار کے ذریعہ لوگوں کی تربیت کرنے کی بجائے عوام الناس کی بطریق صحبت اصلاح کی۔ اسی لئے آپ نے ایک آدھ آدمی کے سوا کسی کو بیعت نہیں کیا۔

سن شہادت.....۹/ اکتوبر ۲۰۰۴ء

نماز جنازہ..... جامع مسجد بنوری ٹاؤن کی جنازہ گاہ میں بعد نماز ظہر جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کے مہتمم اور آپ کے استاد محترم حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر مدظلہ العالی کی امامت میں آپ کی نماز جنازہ ادا کی گئی۔

تدفین..... جامع مسجد خاتم النبیین، پوسٹ آفس سوسائٹی، نزد ابوالحسن اصفہانی روڈ میں حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ ان کے ڈرائیور اور حضرت مولانا مفتی نظام الدین شامزی شہیدؒ کی قبور سے متصل تدفین ہوئی۔

نماز جنازہ اور تدفین میں شرکت.....مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری، مولانا فضل الرحمٰن، حافظ حسین احمد، مولانا عبدالغفور حیدری، مولانا محمد اکرم طوفانی، صاحبزادہ طارق محمود، مولانا اسفندیار خان، مولانا محمد اسعد تھانوی، سمیت پاکستان بھر کے تمام چھوٹے بڑے شہروں سے مقتدر علمائے کرام ومشائخ عظام نے شرکت کی۔

www.rangonoor.com